M

This novel is the last, of the novels
Explaning the "inner light" of the
HOLI Christians

اس کتاب کے تمام حق حقوق بموجب ایکٹ نمبر ۱۳ سنہ ۱۴ء کے رو سے ہمارے نام محفوظ ہیں ۔

M/71
0.8.7
454
1/8/-

ناول

دلفریب

حصہ سوم

یعنی

مرزا سلطان عالم کا دعوے مسٹر گڈ نائیڈ کی ہچمبازی ۔ پولیس والوں کی خوشامدی حماقت ۔ مسٹر جان عالم اور سولومن کی روانگی ۔ شبو مشن کی سیر زنانہ مدرسہ کا دلچسپ نظارہ ۔ مس بیوٹی کی پاک نفسی ۔ عاشق و معشوق کی ملاقات بلیک ڈوگ کی بدچلنی ۔ رات کی ملاقاتیں ۔ بھاگ چلنے کی تدبیریں ۔ بہرہ کی امداد ۔ ڈاکٹر انور علی کی ملاقات رات کو فراری ۔ چوکیدار کی بیداری ۔ چلتی گاڑی میں دوڑا ۔ بلیک ڈوگ کا ظلم ۔ مس بیوٹی کی شکایت ۔ پادری لونگ پیر ڈ کی کم عقلی ۔ مس صغرا کی بیکسی ۔ بلیک ڈوگ کی فرعونیت ۔ بہرہ کی اسلامی ہمدردی ۔ غیبی فرشتہ کی امداد ۔ بلیک ڈوگ کی مرمت ۔ دونوں عاشق و معشوق کی مخلصی ۔ ڈاکٹر صاحب کی عنایت ۔ غرضیکہ جگر خراش قصہ

مصنفہ

جناب منشی محمد کامل صاحب سیف ہندوستانی سپیکولیٹر مصنف سوانح عمری ملا دوپیازہ

دلفریب ۔ شام زائن اور پاربتی وغیرہ

حسب فرمائش

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی
منزل نقشبندیہ ، کوچہ ککے زیاں ، بازار کشمیری ، لاہور

مشہور عالم پریس لاہور میں باہتمام پنڈت رگھناتھ داس مینجر مطبوع گردید

اشتہار

ناول دلفریب حصہ اوّل

۱۸۵۷ء کے غدر کے حالات۔ ایک شریف خاندان کی تباہی۔ بے بسی اور بیکسی کی تصویریں۔ ظالموں کا ظلم۔ مظلوموں
یتیمی و یسیری۔ شریفوں کی تباہی۔ رزیلوں کی حماقت۔ نیک اور بد استاد کا حال۔ جھوٹے کیمیاگروں کے چکمے۔ قمار بازی کی
حسن و عشق۔ بچھڑوں کا ملاپ۔ عیسائی لیڈیوں کی عیاری اور شریف بیبیوں کی خواری وغیرہ وغیرہ قیمت .. .. ..

ناول دلفریب حصہ دوم

یعنی مس کیری کی عیاری۔ صغرا اور بھگوانداس کی چڑیا گھر دکھانے کے بہانے سے فراری۔ غریب صغرا اور بھگوانداس کی آہ و زاری
گھر پہنچانے کی تیاری۔ دھوکا سے ریلگاڑی کی سواری۔ جان عالم کا دیوانہ پن۔ حکیم کا معالجہ۔ مرض عشق کی تشخیص۔ صغرا کی تلاش
مشاطہ ماموں۔ دوسری شادی کی تیاری۔ صغرا کا عشق۔ برات کی تیاری اور دولہا غائب۔ جان عالم کا عیسائی ہونا۔ شنبو
مشن کا استقبال۔ کالی میم کی مکاری۔ لونگ بیرڈ کی لاپرواہی۔ بلیک ڈوگ کا حسب نسب۔ مس بیوٹی کی شرافت۔ چوڑے چمار
کی حماقت۔ بیلوے پولیس والوں کی لاپروائی۔ وغیرہ وغیرہ قیمت ۸/

ناول دلفریب حصہ سوم

یعنی مرزا سلطان عالم کا دعوی۔ مسٹر گڈ مائینڈ کی پاکبازی۔ پولیس والوں کی خوشامدانہ حماقت۔ مسٹر جان عالم اور مسٹر سولومن کی
روانگی۔ شنبو مشن کی سیر۔ زنانہ مدرسہ کا دلچسپ نظارہ۔ مس بیوٹی کی پاک نفسی۔ عاشق و معشوق کی ملاقات۔ بلیک ڈوگ کی بدچلنی
رات کی ملاقاتیں۔ بھاگ چلنے کی تدبیریں۔ بہرہ کی امداد۔ ڈاکٹر انور علی صاحب کی ملاقات۔ رات کو فراری۔ چوکیدار کی
بیداری۔ چستی گاڑی میں روڑا۔ بلیک ڈوگ کا ظلم۔ مس بیوٹی کی شکایت۔ پادری لونگ بیرڈ کی کم عقلی۔ مس صا
کی بیکسی۔ بلیک ڈوگ کی فرعونیت۔ بہرہ کی اسلامی ہمدردی۔ غیبی فرشتہ کی امداد۔ بلیک ڈوگ
عاشق و معشوق کی مخلصی۔ ڈاکٹر صاحب کی عنایت۔ غرضیکہ ایک نہایت جگر خ

المشـ

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین تاجران کتب قومی منزل نقشبند کوچہ گے رئیسا
بازار کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

جس روز اس کتاب کا پہلا حصہ شائع ہوا۔ ملک میں دھوم مچگئی۔ چارطرف سے خطوط آنے شروع ہو گئے۔ کہ اس کتاب کو تمام و کمال جلد شائع کیا جاوے مصنف کی اوقات فرصت کا کسی صاحب کو خیال نہیں آیا۔ اور جب کچھ عرصہ گزر گیا تو بہت سے اصحاب کو مایوسی ہو گئی۔ مگر ہمیں احباب کو مایوس کرنا منظور نہ تھا۔ وقت نہ ملنے سے لاچار تھے کیونکہ ہمکو دنیا کے بہت سے بکھیڑے گھیرے رہتے ہیں ایسی تحریر کیواسطے صرف اپنے آرام اور تفریح کے وقت سے وقت دیا جاتا ہے الحمد للہ کہ اپنے نفس پر جبر کر کے صرف خیر خواہی قوم و ملک کیواسطے ہمنے یہ کتاب آج ختم کر دی ہے۔ پیارے ناظرینو اس سے نصیحت پکڑنا اور استفادہ لینا اب تمہارا کام ہے + ضرور

۱۱- اپریل سنہ ۱۸۹۷ء

راقم کامل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قانونی چارہ جوئی

دیباچہ

ہمارے چھوٹے مرزا جان عالم کو مرزا سولومن بنے ایک مہینہ ہونے کو آیا۔ مگر اُن کو اب تک صغرا کا کچھ پتہ نہ لگا کہ جس کے پیچھے اُنہوں نے اپنا دین و ایمان ماں باپ۔ بھائی بند دوست آشنا سب کو چھوڑا تھا۔ یہاں ایک اور گل کھلا۔ سولومن جس نے مرزا جان عالم کو دینی بیٹا بنایا تھا اور اس وقت تک اپنے بچوں کی طرح اس کی پرورش کرتا تھا۔ اس کی چار بیٹیاں تھیں جن میں سے بڑی سے چھوٹی کوئی پندرہ سولہ برس کی تھی۔ وہ بہت ہی بصورت تھی۔ تعلیم بھی اچھی پائی ہوئی تھی گو اس نے کوئی امتحان پاس نہیں کیا ہوا تھا۔ مگر اُس کی لیاقت عام طور سے انٹرنس تک تھی۔ اس کے خط و خال تو عمدہ تھے ہی۔ مگر اس کے عادات و اطوار ایسے عمدہ تھے کہ جو اُسے ایک مرتبہ دیکھتا تھا اُسکا ثنا خواں ہو جاتا تھا۔ اس کا برتاؤ ایسا شریفانہ تھا کہ ہر ایک کو اپنا ممنون بنا لیتی تھی۔ یہ لڑکی جان عالم سے بہت محبت کرنے لگی۔ اور جان عالم بھی اُس کے اخلاق کا بہت ممنون و مشکور تھا۔ یہ دیکھ کر سولومن کے تمام کنبے نے تجویز کی کہ جان عالم اور مس سولومن کی خوب جوڑ ہے اور ان میں باہم بہت محبت ہے۔ ان کی شادی ہو جائے تو بہت خوب ہے۔ اور اس سبب سے مس صغرا کا کسی نے پتہ ہی نہ دیا۔ کوشش کرنے والا پتہ نکالنے والا۔ امداد کرنے والا۔ مدد پہنچانے والا جو کچھ تھا ہمارے مرزا جان عالم کا دوست سولومن تھا۔ اب اس کو یہ فکر ہوا کہ جان عالم

کی شادی میری بہن کیساتھ ہو جاوے۔ اب پتہ بتاوے تو کون۔ اور مس صغرا کی خبر سار دیوے تو کون۔ اور کوشش کرے تو کون۔ مس سولومن کی خوب صورت اور خوش سیرت پر جان عالم بھی عاشق تھا۔ اور بیشک اگر وہ صغرا پر عاشق نہ ہوتا۔ اور مس سولومن مسلمان ہو جانے پر راضی ہوتی تو جان عالم اُس کو اپنی جان سے زیادہ عزیز گنتا اور بلاشبہ ایسی بیوی کے ملنے پر ہزار ہا نفل شکر کے ادا کرتا۔ مگر بقول شخصے ؎

جس کا دل دلبر میں ہو اُسکو کب آتی ہے نیند
کروٹیں لیتے ہی لیتے صاف اڑ جاتی ہے نیند

جان عالم کو صبر کہاں تھا۔ اُس کی تو آنکھوں میں صغرا بسی ہوئی تھی مس سولومن واقعی پریزاد تھی جان عالم اُس کا بہت ممنون تھا اور کچھ نہ کچھ اُس کے ساتھ تعشق اور محبت بھی رکھتا تھا مگر جس دل میں صغرا کا گھر ہو گیا تھا وہاں مس سولومن کا گھر بننا محال تھا +

جان عالم نے بیسیوں مرتبہ سولومن سے اپنی پیاری صغرا کا حال پوچھا اور اس کو وعدہ وفائی کے لئے کہا مگر اس نے یہ کہکر ٹالدیا کہ دوست گھبراؤ نہیں۔ دیر آید درست آید میں خود اسی فکر میں لگا ہوا ہوں۔ امید ہے کہ جلدی کوئی بندوبست ہو جاویگا مس کیری کہتی تھیں کہ ذرا اُن تامل کرنا چاہیئے +

اُن لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ جوں جوں دیر ہوگی جان عالم صغرا کا خیال چھوٹتا جائیگا اور مس سولومن میں اُس کا دل پھنستا جائیگا۔ اور اس طرح کچھ عرصہ کے بعد مس سولومن کے ساتھ اس کی شادی کر دی جاویگی۔ گو جان عالم عیسائی ہو گیا ہے۔ مگر اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ چند روز کے بعد اپنے والدین کے گاؤں۔ جاگیر۔ مال اسباب جائداد وغیرہ کا یہی مالک ہوگا۔ اور ہماری بیٹی بہت آسودہ طور سے رہیگی۔ جال تو ایسا ڈالا تھا کہ اس سے نکلنا محال تھا۔ مگر ایک قدرتی بات پیدا ہوئی کہ چھوٹے سولومن نے مدرسہ کے اپنے کسی گاڑے دوست کے سامنے ذکر کر دیا کہ جان عالم عیسائی ہو گیا ہے۔ اور احاطہ مشن کے اندر ہمارے ہی گھر میں رہتا ہے۔ اور اُسنے تاکید کر دی کہ کسی سے ذکر نہ کرے۔ اُس لڑکے نے اپنے کسی دوست سے ذکر کیا اور اُس نے اَور سے۔ اور اسیطرح ہوتے ہوتے مرزا سلطان عالم کو پتہ لگا جس وقت اُن کو یہ حال معلوم ہوا غصہ میں آگ بگولا ہو گئے۔ تلوار ننگی کر کے احاطہ مشن کی طرف چلے کہ بس آج پادریوں کو ان کی کرتوتوں کا مزا چکھا کر چھوڑ دوں گا۔ خدا نے خیر کی کہ راہ میں اُنکو اُن کے سعدی تحصیلدار صاحب مل گئے جو خود جان عالم کی تلاش میں دیوانہ وار پھر رہے تھے۔

دو مرزا صاحب کو اس حال میں دیکھکر حیران ہو گئے! اور بہت کچھ اوتار چڑھاؤ دیکر اُن کو واپس لائے۔ مرزا سلطان عالم تو سپاہی تھے۔ بڑے بہادر بڑے جوانمرد۔ اُن کے آگے کچھ بڑی بات نہ تھی۔ کہ احاطہ مشن میں جاکر دس بیس کو قتل کر دیتے اور آپ بھی وہیں شہید ہو جاتے یا پیچھے پھانسی چڑھتے۔ مگر تحصیلدار صاحب بہت زیرک تھے۔ سرکاری قانون سے خوب واقف اُنہوں نے سمجھایا کہ مرزا صاحب سرکاری قانون بہت خراب ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ آپ کو بہت صدمہ پہنچا ہے اور آپ کی طبیعت بہت مشتعل ہے۔ اور آپ اس وقت دو چار آدمیوں کو قتل کر ڈالو تو خلاف قانون قدرت نہیں۔ اور گو انگریزی قانون میں بھی ایسی حالت میں بہت رعایت رکھی گئی ہے اور ایسی رعایت بہت ہی کم بلکہ یوں کہو کہ ہندوستانیوں کو بالکل نہیں دیجاتی۔ پس خدا کیواسطے آپ سب گھر بار کو تباہ نہ کرو۔ اس طرح آپ کے کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔ سب گھر بار تباہ ہو جاویگا۔ گاؤں۔ جاگیر مال اسباب جائداد سب ضبط ہو جاویگا۔ ما بیوی۔ بھائی بھاوج۔ بھیک مانگتے پھرینگے اور تمہارے ساتھ مَیں بھی لپٹا جاؤنگا۔ میری بیوی بچے برباد ہو جاوینگے۔ خدا کے واسطے میرے پر رحم کرو۔ دیکھو تو سہی مجھ پر کس قدر صدمہ ہے۔ تمام خاندان میں میری کیسی نک کٹائی ہوئی ہے +

سلطان عالم:۔ ہاں بھائی صاحب اسی بات کا تو مجھے بہت غصہ ہے بیشک مجھے اپنے پیارے بچہ کی جدائی کا بہت رنج ہے۔ مگر قسم خدا کی آپ کو جو رنج پہنچا ہے۔ اس کا مجھکو بہت افسوس ہے! اور باعث ان سب کا یہ کمبخت پادری ہوئے ہیں۔ تحصیلدار صاحب میں نے فوج میں برسوں نوکری کی سینکڑوں آدمی اپنے ہاتھ سے قتل کئے۔ بیسیوں موقع پر موت کے مُنہ سے بچا۔ میں نے اپنی جان کی کبھی پرواہ نہیں کی اور نہ اب مجھے کچھ پرواہ ہے۔ آپ نے جو اپنی بابت فرمایا کہ میں بھی پھانسا جاؤں گا۔ اس سے میرا جذبہ ٹھنڈا ہوتا جاتا ہے۔ ورنہ میں اپنے تئیں سمجھ لیتا۔ کہ کسی لڑائی میں مارا گیا۔ اور ان پادریوں کو تو وہ تماشہ دکھاتا کہ احاطہ مشن میں خون کا دریا بہا دیتا۔ اور پھر کسی پادری پادرن کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ کسی شریف آدمی کے بیٹے بیٹی کو بھگا سکھا کر کرستان بناویں۔ اچھا بھائی صاحب آپ یہ تو فرماویں کہ آپ کیوں پھانسے جاوینگے +

تحصیلدار صاحب:۔ مرزا صاحب آپ نے صرف فوج میں ہی نوکری کی ہے۔ آپ کو

پولیس کے خطرات کی کچھ خبر نہیں۔ جناب نہ صرف میں بلکہ خبر نہیں کس کس کو بیچ میں پھانسینگے اور میرا تو ظاہر ہے کہ جان عالم کے غائب ہونے سے آپ سے زیادہ مجھ کو صدمہ ہوا ہے اور ابتدا سے میں اور آپ دونوں اُس کی تلاش میں مصروف ہیں۔"

مرزا صاحب: "ہاں بھائی صاحب یہ تو آپ سچ فرماتے ہو۔ مجھے اپنی ذات کا کچھ خیال نہیں مگر میں ہرگز گوارا نہیں کرتا۔ کہ میرے سبب سے آپ کو کچھ تکلیف ہو۔ اچھا پھر کیا کروں۔"

تحصیلدار: "ہاں خدا آپ کو خوش رکھے۔ اب آپ ٹھکانے پر آئے ہیں۔ کھانا وغیرہ کھا لیجئے اور کچہری چلئے۔ پادریوں پر فوجداری دعوی کر دیتے ہیں۔ ایک تو لڑکے کو بھگا لیجانے کا اور دوسرا اُس کو حبس میں رکھنے کا۔"

مرزا: "دعوے کرنے سے کیا ہوگا۔"

تحصیلدار: "جن لوگوں سے آپ نے سُنا ہے وہ گواہی دیتے ہیں۔"

مرزا: "ہاں۔ برابر گواہی دیں گے۔"

تحصیلدار: "پھر کیا ہے۔ پادریوں کے نام وارنٹ جاری ہو جاوینگے سب گرفتار ہو کر کچہری میں آویں گے۔ صاحبزادہ کو حاضر کریں گے۔"

مرزا: "پھر جان عالم مجھے مل جاویگا۔"

تحصیلدار: "ہاں۔ کیوں نہیں۔ بچہ فوراً ملجاویگا۔ دس پندرہ دن مقدمہ ہوتا رہیگا۔ دو چار سو روپیہ خرچ ہوگا۔ اور مزا یہ ہے کہ پادریوں کو برس چھ ماہ کی قید ہو جاوے۔"

مرزا: "قید ہو جاوے گی۔ قید۔ اگر پادریوں کو قید ہو جاوے۔ اور مرزا جان عالم مجھکو مل جاوے تو میں ہزار روپیہ تک خرچ کر دونگا۔"

تحصیلدار: "بھائی صاحب۔ آپ ایک پیسہ خرچ نہ کیجئے گا۔ روپیہ میں خرچ کروں گا۔ بس آپ پیروی کرنا۔"

مرزا: "کیوں آپ روپیہ خرچ کریں۔ روپیہ بھی میں خرچ کروں گا۔"

تحصیلدار: "مرزا صاحب آپ اور میں الگ الگ نہیں ہیں۔ جان عالم جیسا آپ کا بیٹا ہے۔ ویسا میرا۔ اُس کے غائب ہونے سے جیسا آپ کو رنج ہوا ہے اس سے زیادہ مجھ کو صدمہ پہنچا ہے۔ میرا روپیہ اور آپکا روپیہ الگ نہیں ہے۔"

تحصیلدار بڑے روشن خیال آدمی تھے گو جان عالم کے غائب ہونے سے اُنکی سخت

بیعزتی ہوئی تھی۔ مہمان تھوڑے تھوڑے کر کے اُن کے گھر سے وداع ہوئے تھے۔ مگر اُن کو سلطان عالم سے دلی ہمدردی تھی۔ پہلے تو وہ مرزا کو سعدی سمجھتے تھے مگر اب اُن کو اپنا بھائی سمجھنے لگے بے تامل اُن کے مکان پر چلے آتے کھانا کھاتے۔ پانی پیتے اور کسی قسم کا تکلف نہ کراتے۔ ان کی بیوی بھی اکثر جان عالم کی ماں سے ملنے جاتیں۔ تسلّی و تشفی دیجاتیں اور اُن کے اِس سلوک کو دیکھکر مرزا اور ان کی بیوی بھی اِس طرح اُن سے سلوک کرتے۔ اکثر دوسرے تیسرے تحصیلدار کے ہاں جایا کرتے اور ایک دوسرے کے شریک رنج ہوتے جان عالم کی ماں بعض دفعہ رات کو بھی وہیں رہجاتی +

تحصیلدار صاحب کے سمجھانے سے مرزا بہادر کو تسلّی ہوئی۔ دونوں نے اطمینان سے کھانا کھایا۔ وہ تین گواہ جن سے جان عالم کی بابت سُنا تھا ان کو ساتھ لیا اور بگھی میں بیٹھکر کچہری پہنچے۔ تحصیلدار صاحب کیلوں کے کمرہ میں گئے۔ حافظ عزیز الدین سے ملاقات ہوئی سب ماجرا اُن سُنایا اور کہا کہ دو سو روپیہ سب مقدمہ کا آپ کو دونگا۔

وکیل صاحب: "بھلا تحصیلدار صاحب آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ سے برسوں کی دوستی ہے۔ اور جو احوال آپنے سُنایا اُس سے میرا سینہ شق ہوا جاتا ہے۔ گویا کہ میری بھتیجی پر یہ سب ظلم ہوا ہے۔ میں ایک پیسہ نہ لوں گا۔ پادری آپ لوگوں کو بہت ستانے لگے ہیں ضرور اُن کے ساتھ اب قانونی چارہ جوئی کرنی چاہیئے"

سزا دیئے بغیر نہ چھوڑوں گا

وکیل: "صاحبزادے کی عمر کیا ہے"

مرزا: "کوئی سولہ سترہ برس کا ہوگا"

وکیل: "سولہ سترہ!!"

تحصیلدار: "نہیں جناب کوئی تیرہ چودہ سال کا ہوگا"

وکیل: "ہاں۔ عدالت کے سامنے تیرہ چودہ ہی فرمائیے گا"

مرزا: "ہاں جناب میں بھولا۔ چھوٹا سا بچہ ہے۔ بس کوئی چودہ سے زیادہ نہ ہوگا"

وکیل: "خیر جناب۔ مگر مہربانی کر کے عدالت کے سامنے نہ بھول جائیے گا۔ ورنہ سارا مقدمہ

ردّ و بدل ہو جاوے گا۔"

مرزا:۔ "نہیں جناب۔ ہرگز نہیں بھولوں گا۔"

جب یہ پخت و پز ہو چکی۔ عرضی دعویٰ تیار ہوا۔ اور وکیل صاحب کی معرفت عدالت میں داخل کیا گیا۔"

سب عرضیاں جب داخل ہو گئیں۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے سرشتہ دار کو حکم دیا کہ سب کے مضمون سُناؤ۔ عرضیوں کے مضامین سُنکر اُن کو مختلف مجسٹریٹوں کے محکمہ میں بھیجدیا۔ اور کچھ مقدمات اپنے پاس رکھے جب مرزا سلطان عالم کی عرضی پڑھی گئی تو صاحب بہت حیران ہوئے۔ اور بار بار اُسکو پڑھوا کر سُنا۔ اور جب تسلی نہ ہوئی تو خود لیکر پڑھنے لگے +

صاحب ڈپٹی کمشنر:۔ "ول سرشتہ دار۔ سلطان عالم کہتا ہے کہ اُس کے لڑکے کو پادری کیمفر اور مسٹر سولومن نے اغوا کر کے کرسچن بنایا اور حبس میں رکھ چھوڑا۔"

سرشتہ دار:۔ "ہاں غریب پرور۔"

صاحب ڈپٹی کمشنر:۔ "اچھا۔ اب وہ کہتا ہے کہ لڑکے کا بازو ملے اور پادری صاحب اور مسٹر سولومن کو دونوں جرموں کی سزا دیجاوے۔"

سرشتہ دار:۔ "ہاں حضور۔"

صاحب ڈپٹی کمشنر:۔ "ہم نہیں جانتا یہ بات کہاں تک ٹھیک ہے۔ ہمکو پادری صاحب ایسا نہیں معلوم ہوتا۔"

سرشتہ دار:۔ "حضور۔ یہ کالا لوگ بہت جھوٹے اور فریبی ہوتے ہیں بات کچھ اور ہو گی بنائی ہو گی کچھ اور۔ حضور ابھی بُلا کر ان کو دھمکاویں۔"

صاحب:۔ "ول سرشتہ دار۔ ہمارا کام انصاف کرنا ہے۔ ہم سکھ نہیں ہے۔ ہم مرہٹہ نہیں ہے۔ ہم تحقیقات کرائے گا مقدمہ کی چھان بین کرائے گا۔ اور سب کی فریاد کو پہنچے گا۔ ممکن ہے اس کا لڑکا اغوا کیا گیا ہو۔ پادری صاحب نہیں اُن کے کسی نوکر یا ماتحت نے کیا ہو۔"

سرشتہ دار:۔ "ہاں حضور۔ حضور تو نوشیرواں ہیں۔ حضور کو یہی مناسب ہے۔"

صاحب:۔ "ول اس مقدمہ کو نئے صاحب گڈ مائنڈ کی کچہری میں بھیجو اور حکم لکھو کہ اس مقدمہ کی تحقیقات بہت غور اور فکر سے کریں۔"

سرشتہ دار نے فوراً حکم لکھ مسٹر گڈ مائنڈ اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت میں بھیجدیا
وکیل صاحب کا منشی جب سرشتہ دار سے پوچھنے گیا تو اس نے کہا کہ صاحب اس عرضی
کو پڑھکر بہت چونکے اور مسٹر گڈ مائنڈ کو حکم لکھا ہے کہ اس مقدمہ کی تحقیقات خوب
خوض اور غور سے کریں ؛

مسٹر گڈ مائنڈ نئے اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ اُن کو ہندوستان میں آئے کوئی تین مہینے
ہوئے تھے طبیعت کے بہت نیک تھے ذہن کے بڑے رسا۔ انصاف کرنے کے بہت
شائق مگر بیچارے اُردو سے نابلد تھے۔ اور سرشتہ دار کے رحم پر کام کرتے تھے۔ جس وقت
یہ عرضی اُن کے پاس آئی۔ سرشتہ دار نے پڑھکر سُنائی اور صاحب ڈپٹی کمشنر کا حکم پڑھکر
سُنایا۔ تو صاحب اوّل بھونچکا سے ہوئے اور جب سرشتہ دار نے جو کچھ تھوڑی بہت
انگریزی جانتا تھا مغز مار کر عرضی کا مطلب اُن کو سمجھایا تو خوب ہنسے اور فرمانے لگے۔
اس ملک میں پادری لوگ ایسا بدشمع (بدمعاش) ہوتے (ہوتے ہیں)"

سرشتہ دار: "نہیں حضور۔ پادری لوگ بہت اشراف ہوتے ہیں۔ یہ سب ہم کالے
لوگوں کی بدمعاشیاں ہیں"

مسٹر گڈ مائنڈ: "(دس منٹ تک سوچ کے) ول منشی ہم کیا کرے"

منشی: "حضور۔ مدعی کو بُلا کر دھمکا دیجئے۔ مجھکو تو یہ مقدمہ جھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ عرضی
واپس ہو جاوے گی مقدمہ داخل دفتر"

مسٹر گڈ مائنڈ: "ول منشی تو کیا کہتا ہے۔ عرضی واپس کریں۔ نہیں نہیں ایسا ہونے
نہیں سکتا (نہیں سکتا)"

منشی: "پھر جو حضور کی مرضی"

مسٹر گڈ مائنڈ: "ول آج کیا دن ہے"

منشی: "حضور آج جمعرات ہے۔ تھرسڈے"

مسٹر: "اچھا منڈے (پیر) کی تاریخ لگاؤ۔ ہم اس دن مدعی کے بیانات سُنے گا۔
اور عمدہ بندوبست کرے گا"

منشی: "ہاں حضور۔ بہت مناسب ہے"

مسٹر گڈ مائنڈ نے نیک نیتی سے چوتھے روز کی تاریخ ڈالی۔ اُن کا منشا تھا کہ خوب

سوچ بچار کر مقدمہ کیا جائے۔ کہ ایک طرف ایک دیسی فوجی عزت آدمی ہے۔ اور دوسری جانب عیسائی مذہب کے پیشوا پادری۔ وکیل صاحب کے منشی نے مسٹر گڈ مائنڈ کی کچہری سے تاریخ دریافت کر کے رسالدار اور تحصیلدار کو بتائی۔ یہ دونوں ٹھنڈے ہو کر وکیل صاحب سے سلام تسلیم کر اپنے گھر روانہ ہوئے۔ ادھر کچہری کا کام ختم کر مسٹر گڈ مائنڈ اپنے بنگلہ پہنچے اور اس مقدمہ کے خیال میں مستغرق تھے۔ مسٹر گڈ مائنڈ ابھی نوجوان کیا بچہ ہی تھے۔ مگر مزاج کے بہت پاک اور طبیعت کے عاشق مزاج چھوٹی سی عمر سے ایک حسین لیڈی سے بہت محبت تھی۔ ہندوستان آنے وقت اُس سے نکاح کر اُسکو بھی اپنے ساتھ ہی لیتے آئے۔ ان دونوں میں بدرجہ کمال محبت تھی۔ اور کیوں نہ ہو۔ عاشق و معشوق کا جوڑا تھا۔

جب مسٹر گڈ مائنڈ کچہری سے اپنے گھر آیا کرتے تھے۔ تو شمع پر پروانہ کیطرح اپنی میم صاحب پر فدا ہوا کرتے تھے۔ مگر وہ آج ایسے اس مقدمہ کے خیال میں مستغرق تھے کہ انہوں نے میم صاحب کیطرف کچھ توجہ نہیں کی۔ حالانکہ میم صاحب روز سے زیادہ ناز و انداز کے ساتھ اُن کیطرف مائل ہوئیں۔ یہ حال دیکھکر میم صاحب کو بہت تردد ہوا۔ اور انہوں نے کمر لچکا کر صاحب سے پوچھا۔

میم صاحب: "مائی ڈیر گڈ۔ آج آپ کا مزاج کیسا ہے"

صاحب: "(ہنسکر) اوڈارلنگ (جانِ من) بالکل اچھا ہوں"

میم صاحب: "مائی ڈیر۔ پھر ایسا فکر کیوں ہے"

صاحب: "او مائی ڈارلنگ۔ تم کچھ فکر نہ کرو آج میری کچہری میں ایک مقدمہ پیش ہوا ہے سوچتا ہوں"

میم صاحب: "مائی ڈیر مجھے بھی تو بتاؤ۔ وہ کیا مقدمہ ہے؟"

صاحب: "دہلی میں کوئی پادری کیمفر ہیں۔ انہوں نے ایک نیٹو رسالدار کے لڑکے کو بہکا کر کرسچن کر لیا ہے۔ اور اپنے مکان سے باہر نکلنے نہیں دیتے۔ اُس کے باپ نے پادری صاحب پر فوجداری کا مقدمہ دائر کیا ہے۔ اور اگر ثابت ہو گیا۔ تو پادری صاحب کو میں سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑ سکتا۔ ڈی سی (ڈپٹی کمشنر) نے لکھا ہے کہ اس مقدمہ پر خوب غور سے کرو"

میم صاحب: "مائی ڈیر اسقدر فکر نہ کرو۔ ولایت میں جسطرح کرتے ہیں تم بھی کرو۔ پولیس کے نام حکم لکھو کہ اس معاملہ کی تحقیقات کر کے تمہارے پاس جلد رپورٹ کرے اور پھر جیسا

مناسب سمجھو کرو۔"

صاحب: "او مائی ڈارلنگ تھنکس۔ بینی بینی تھنکس (میری جان آپ کا شکریہ) خوب بتایا ایسا ہی کروں گا۔"

میم صاحب جب سے دہلی تشریف لائی تھیں سوسائٹی کے نہ ملنے سے بہت تنگ تھیں انکی دوستی جسقدر تھی مشن کی لیڈیوں سے تھی۔ خصوصاً مس کیری سے۔ دوسرے دن صبح کے دس بجے صاحب کچہری روانہ ہوئے اور میم صاحب مس کیری کی کوٹھی پر پہنچی۔ اِدھر اُدھر کی گپ شپ میں جان عالم کے مقدمہ کا ذکر آیا۔ اور یہ بھی کہ مسٹر گڈ مائنڈ کہتے ہیں کہ اگر یہ بات سچ ہوئی تو مجرموں کو ضرور سزا دونگا۔ عیسائی ہونے کے سبب ذرا رعایت نہ کروں گا۔"

مس کیری بہت ہوشیار تھی اُس نے ذرا پتہ نہیں دیا۔ بلکہ کہہ دیا کہ نہیں یہ مقدمہ غلط ہے۔ کوئی لڑکا جان عالم بہکا کر کرسچن نہیں بنایا اور نہ قید میں رکھا گیا ہے۔ گھنٹہ آدھ گھنٹہ کی گپ شپ کے بعد مسز گڈ مائنڈ اپنی کوٹھی روانہ ہوئیں۔ اور مس کیری فوراً پادری کیمفر کے پاس پہنچی اور سب حال بیان کیا۔ کہ جان عالم کے باپ نے آپ پر اور مسٹر سولومن پر اغوا کرنے اور حبس کرنے کی نالش کی ہے۔ اور مسٹر گڈ مائنڈ اسسٹنٹ کمشنر نے پیر کی اوّل پیشی مقرر کی ہے۔ اور وہ شاید پولیس کو بھی تحقیقات حکم دیگا۔ اور اس کی مرضی ہے کہ اگر مقدمہ میں کچھ جان ہو تو مجرموں کو سزا دیکر دیسیوں میں کچھ عزت حاصل کرے +

پادری کیمفر: "مس صاحب۔ ہم نے اغوا نہیں کیا۔ لڑکا ہوشیار ہے۔ اپنی مرضی سے آیا بپتسمہ لیا۔ اپنی مرضی سے مسٹر سولومن کے پاس رہتا ہے۔ ہمکو کیا۔ اُس کا باپ دفعہ مقدمہ کرے۔"

مس کیری: "کیا یہ اچھا نہ ہو۔ کہ جان عالم کو یہاں سے شنبو بھیجدیا جاوے۔"

پادری کیمفر: "اختیار ہے بھیجدو۔ یہاں رہنے میں کچھ قباحت تو نہیں مگر خوف ہے کہ لڑکا اپنے رشتہ داروں کو دیکھکر بدل نہ جاوے۔"

مس کیری: "ہاں یہی تو بات ہے۔ مسٹر سولومن سے بھی صلاح لینی چاہیئے۔"

پادری صاحب نے مسٹر سولومن کو بلایا اور سب ماجرا بیان کیا۔ ان حالات کو سنکر مسٹر سولومن بہت سٹ پٹائے اور جھٹ راضی ہوگئے کہ خود جاکر مرزا سولومن جان عالم کو شنبو پہنچا آئیں +

پادری صاحب: "اچھا تو آپ اور مس کیری ملکر جسطرح چاہو بندوبست کرلو۔ یہ کہکر پادری صاحب

تو روانہ ہو گئے۔ اور مس کیری اور مسٹر سولومن باتیں کرنے لگے۔"

مس کیری: "پھر کب کا ارادہ ہے۔"

مسٹر سولومن: "جلدی ہی چاہیے۔ میں تو جانو آج تین بجے ہی روانہ ہو جاؤں۔"

مس کیری: "بہت اچھا۔ جان عالم کو کیا کہو گے۔"

مسٹر سولومن: "وہ تو جانے کو تیار بیٹھا ہے۔ یہی کہونگا کہ مس کیری اور پادری صاحب فرماتے ہیں کہ جس مدرسہ میں مس صغرا تعلیم پانے گئی ہے وہاں ایک مدرسہ لڑکوں کا بھی ہے۔ اگر جان عالم چاہے تو وہاں اُسے پہنچا دو۔"

مس کیری: "بہت خوب۔ بس ایسے وقت چلنا چاہیے کہ ٹرین بالکل تیار ہو۔ اور جان عالم کو بالکل انگریزی کپڑے معہ ٹوپی کے پہنا دینا تاکہ اُسے کوئی نہ دیکھ سکے اور نہ پہچان سکے۔"

اِس صلاح و مشورہ کے بعد مسٹر سولومن اپنے گھر آیا اپنی بیوی بچوں کو سب حال سُنایا۔ سبکو جان عالم کی جدائی کا بہت رنج ہوا خصوصاً جان عالم کی دوست سولومن اور مس سولومن کو۔ اور جان عالم تو اس خبر کو سُنکر ایسا خوش ہوا کہ گویا بہشت میں جانے لگا ہے۔ سفر کی تیاری ہونے لگی۔ مس کیری بھائی بجے ریل پر پہنچ گئی۔ دو ٹکٹ سکنڈ کلاس کے اور ایک تھرڈ کلاس کا نوکر کا خریدا۔ ریل کی روانگی کی تیاری ہونے لگی۔ اتنے میں مسٹر سولومن اور جان عالم آن پہنچے۔ مس کیری کے ہمراہ سٹیشن کے اندر گھس گئے۔ اور دروازہ کھول گاڑی میں اندر جا بیٹھے۔ مس کیری نے نوکر کو نوکروں کی گاڑی میں بٹھا دیا۔ پہلی دوسری گھنٹی ہو چکی تھی۔ تیسری گھنٹی بجی ریل نے سیٹی دی اور پھپ پھپ کرتی چل دی اور ہمارے مرزا خوشی سے پھولے اور بڈھے سولومن رنج سے مرجھائے گڈ بائی کرتے کرتے آنکھوں سے غایب ہو گئے۔ اور مس کیری بھی پادری لونگ بیرڈ کو تار دیکر چلدیں۔"

جہاں تک ہو سکے صغرا سے ملنے نہ دینا

ریل روانہ ہو گئی اور سٹیشن پر سیٹیشن طے ہونے لگے۔ دیکھو انسان کی طبیعتوں میں کیسا اختلاف ہے۔ اِنہی پادریوں کی پرستی میں صغرا اور بھگوان دئی اُسی ریل میں روانہ ہوئی تھیں۔ اور کیسی روتی چیختی چلاتی۔ ریل کی سُلاخوں سے سر مارتی گئی تھیں۔

اسی حالت اور ہیئت سے ہمارے نئے جنٹلمین جان عالم روانہ ہوئے ہیں۔ کیسے خوش۔ کیسے بشاش۔ کیسے شگفتہ۔ جیسے قید سے نکل کر قیدی۔ یا معشوق سے ملکر عاشق۔ یا بہشت میں دوبارہ پہنچکر آدمؑ۔ اور یہ ایک اور کیفیت ہے کہ صغرا جان عالم کا جوں جوں خیال کرتی تھی روتی تھی۔ اور جان عالم جوں جوں صغرا کا خیال کرتا تھا خوش اور خرم ہوتا تھا +

مسٹر سولومن سارے راستہ جان عالم کو نصیحتیں کرتا رہا۔ کہ خوب محنت سے پڑھنا اور بہت اشرافت اور نیک چلنی سے رہنا۔ دنیا میں نیک چلن سے زیادہ کوئی چیز نہیں۔ نیک چلن آدمی کا سارا زمانہ دوست ہوتا ہے۔ ایک جہان اُس سے محبت کرتا ہے۔ ہر جگہ اس کی عزت ہوتی ہے۔ ہر ایک کام اُس کا خاطر خواہ پورا ہوتا ہے۔ دیکھو بیٹا میں تم کو اپنے بچوں سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ اور واقعی تم مجھ کو بہت پیارے ہو۔ دیکھو تم کو سب جگہ صاحب لوگ میرا ہی بچہ سمجھتے ہیں۔ دیکھو میری بڈھی ڈاڑھی کی شرم رکھنا اور بہت نیک چلن رہنا۔ اور خوب محنت سے علم تحصیل کرنا۔ بدصحبت سے پرہیز کرنا۔ نیکوں کی دوستی اختیار کرنا۔ جب پادری صاحب اور مس کیری صاحب تمہاری نیک چلنی کا حال سنیں گے تو بہت خوش ہوں گے۔ تم کو بہت عمدہ روزگار ملیگا۔ بہت اچھی طرح سے تمہاری شادی کیجاوے گی +

جب جان عالم نے مسٹر سولومن کی یہ باتیں سُنیں تو کچھ سوچنے لگا کہ یہ جو گھڑی گھڑی نیک چلن کا جواب مضمون سُنا رہے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ اگر ان کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جان صغرا سے نہ ملوں۔ اُسے حاصل نہ کروں۔ اُسکے اوپر اپنی جان قربان نکروں۔ تب ان کی باتیں سب بکواس ہیں۔ صرف اُسی کیواسطے میں نے دین چھوڑا۔ ایمان چھوڑا۔ ماں چھوڑی۔ باپ چھوڑا۔ جہاں مجھے صغرا ملی۔ پھر خدا نے چاہا سب ملجاوے گا۔ خواہ نیک چلن سمجھیں۔ خواہ بدچلن۔ اپنی جان صغرا کو تو ہاتھ میں لاؤں گا۔ ہاں دوسری کرسٹانی اگر حور بھی ہو تو اسی وقت سے میری ماں بہن +

جان عالم: حضور عالی جو کچھ آپنے فرمایا میں نے اچھی طرح سمجھ لیا۔ اور گرہ باندھ لیا ہے انشاءاللہ۔ آپ کوئی میری شکایت نہ سنیگے "

سولومن: خداوند مسیح تم کو خوش رکھے اب اطمینان ہوگیا۔ شاباش بیٹا شاباش۔ دیکھو یہاں کے پادری صاحب کی اور سب اُستادوں کی عزت کرنا۔ اُن کا حکم ماننا۔ اُن کے فرمان

پر چلنا۔ اُن کو کسی طرح رنجیدہ اور آزردہ نہ کرنا۔"

جان عالم "خدا نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا۔"

ہمارا مرزا گو عمر میں ابھی خام تھا۔ مگر واقعات نے اُسے پختہ بنا دیا تھا۔ جو کچھ اُسکے دل میں تھا وہ باہر نہیں نکلتا تھا۔ اُس کی غور و فکر کی عادت نے اُسے کم بولنا سکھا دیا تھا۔ اُس نے سولومن کو ایسے مختصر جواب دیئے کہ جس سے سولومن خاموش ہو گیا۔ سولومن بہت کچھ بولنا چاہتا تھا مگر ہمارا چھوٹا جنٹلمین مرزا جان عالم اُس کے بولنے کو بہت برا سمجھتا تھا۔ سولومن تو یہ خیال کرتا تھا کہ جان عالم ریل کے اس دُور دراز سفر سے گھبرا نہ جائے اور مرزا اس بات سے ناراض ہوتا تھا۔ کہ آئندہ کیواسطے جو سکیم وہ بنا رہا ہے اُس میں فرق آتا ہے۔ اسواسطے جان عالم نے یہ اُستادی کی کہ شام کا کچھ کھانا کھا۔ بنچ پر بستر بچھا دراز ہو گیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔ سولومن سمجھا کہ جان عالم کو نیند آگئی اسواسطے وہ بھی اپنے بستر پر دراز ہو گیا۔ اور ہر چند کہ اُسپر نیند نے غلبہ کیا۔ مگر وہ اس خیال سے نہ سویا۔ کہ جان عالم کہیں سفر میں سے اُتر کر غائب نہ ہو جاوے۔" اوبڈھے سولومن۔ تمہارا خیال کہاں گیا۔ اس وقت تم جان عالم کو دھکے بھی دیتے تب بھی وہ نہ اُترتا۔ غائب ہونا کیسا۔ مگر خیر تم نگرانی کرے جاؤ۔ ہمارا ٹھیلو اپنی فکر میں مشغول ہے۔ خبردار اُس سے بات نہ کرنا۔"

ہم حیران ہیں کہ جان عالم جیسے ایک نوجوان بچے کو اسقدر فکر اور خوض کرنیکی عادت کسطرح پڑ گئی کس مدرسے نے اُس کو یہ تعلیم دی۔ کونسا اُستاد اُسکو یہ سکھا گیا۔ آہا یہ حضرت عشق ہیں۔ انہی اُستاد کی یہ کارستانیاں ہیں۔ یہی خام کو پختہ اور پختہ کو خام بناتے ہیں۔ حضرت عشق کیا ہیں۔ اکسیر کی چٹکی ہیں۔ جس پر پڑتے ہیں اُس کا رنگ ہی بدل دیتے ہیں۔ لیجئے ریل فراٹے بھرتی اُڑتی چلی جاتی ہے سٹیشن پر سٹیشن چلے آتے ہیں۔ اُترنے والے مسافرو۔ پانچ منٹ گاڑی ٹھہریگی۔ گھنٹی مارو۔ لین کلیر دیدو۔ روٹی کباب گرما گرم۔ پوری کچوری مٹھائی۔ چرٹ سگار وغیرہ آوازیں چلی آتی ہیں۔ جب سٹیشن آتا ہے دیوالی کا سماں بندھ جاتا ہے۔ جب ریل چل پڑتی ہے بھیانک جنگل چار طرف دکھائی دیتا ہے۔ چلتی گاڑی میں سبز درخت دیو سے کھڑے معلوم ہوتے ہیں۔ کہیں کھیتوں میں زمینداروں نے آگ جلا رکھی ہے۔ چلتی ریل میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگل میں چھلاوے چوگان کھیل رہے ہیں۔ یہ سب دلکش نظارے ہیں۔ مگر ہمارا نوجوان ان سب پر لعنت بھیج چکا ہے۔ گو ظاہر میں سوتا ہے مگر حقیقت میں وہ آئندہ کیواسطے اپنے منصوبے گانٹھ رہا ہے۔ کبھی کچھ سوچتا ہے۔ کبھی کچھ بچار کرتا ہے۔ کبھی کچھ توڑتا

ہے کبھی کچھ جوڑتا ہے۔ اُسکی طبیعت میں بے چینی ہے۔ مگر ایسی بے چینی نہیں کہ دیوانوں کیطرح سے کچھ سوچ اور سمجھ نہ سکے اُسکی بیچینی کچھ اور ہی تماش کی ہے۔ جوں جوں طبیعت میں کاوش پیدا ہوتی ہے اس کی بے چینی بڑھتی جاتی ہے۔ مگر واہ جوان کسطرح سے اپنے کو چھپایا ہے۔ الغرض جو کچھ سوچنا تھا سوچ چکا اور کسیقدر اطمینان سے سو گیا۔ صبح ہوتے ریل گاڑی شنبو پر پہنچی۔ جان عالم اُس وقت بیہوش پڑا ہوا تھا۔ مگر سولومن جاگ رہا تھا۔ اُس نے جان عالم کو کو اُٹھایا۔ پادری لونگ بیرڈ اُن کی میم صاحب اور دو چار اور کرسٹے۔ کرسٹنیں ریل پر موجود تھے۔ اُن کو تو خیال تھا کہ جسطرح صغرا اور بھگوان دتی کو ریل سے اُتارنے میں مشکل اور دقت پیش آئی تھی۔ اُسی طرح اِس لڑکے کے ساتھ بھی کرنا ہوگا۔ مگر جب انہوں نے جان عالم کو دیکھا۔ حیران ہو گئے۔ ایک نوجوان لڑکا فل ڈریس پہنے ہوئے۔ ایسا خوبصورت کہ مشکل سے تمیز ہوتی تھی کہ کوئی دیسی ہے۔ نہایت ملنسار۔ ہنس مکھ۔ خندہ پیشانی۔ خوش گفتار۔ بڑا ہی بشاش۔ بہت ہی شگفتہ۔ جھٹ اپنا اسباب باندھکر ریل پر سے اُتر کھڑا ہوا۔ سولومن نے پہلے پادری صاحب اور اُنکی میم سے نیاز حاصل کیا۔ پھر دوسرے کرانیوں سے مصافحہ کیا۔ اور پھر جان عالم کو میم صاحب اور پادری صاحب سے ملوایا۔ اُس کی عادات اور اطوار دیکھ کر دونوں بہت خوش ہوئے خصوصاً میم صاحب نے تو بہت ہی پسند کیا۔ پھر دوسرے کرانیوں سے ملایا۔ سب کے ساتھ اُس نے مصافحہ کیا۔ پادری صاحب مضبوط مضبوط سے کرسٹے اپنے ساتھ لائے ہوئے تھے۔ جان عالم نے مصافحہ کرتے وقت اپنے دونوں سے اُنکے ہاتھ دبائے کہ کرانی حیران ہو گئے۔ کہ جان عالم کیسا عمدہ جوان ہے اس کے ہاتھ تو بس لوہے کے ہیں"

گاڑیاں تیار تھیں۔ گاڑیوں میں بیٹھ احاطہ مشن میں پہنچے۔ یہاں مسٹر بلیک ڈوگ نے سب انتظام ٹھیک ٹھاک کر رکھا تھا۔ گرما گرم چا تیار تھی۔ توس مکھن سے چپڑے۔ انڈے بائل کے ہوئے رکھے تھے تمام احاطہ صاف ہو رہا تھا۔ جابجا چھڑکاؤ سے زمین تر تھی۔ پنکھے چل رہے تھے مسٹر بلیک ڈوگ نے اپنا کوٹ اتار کر رکھا تھا۔ کہ جان عالم پر برسا کر اُس کو بھی ٹھیک بناؤں گا۔ جس وقت جان عالم گاڑی سے اترا۔ مسٹر بلیک ڈوگ اُسے دیکھکر حیران ہو گیا۔ اور جب سولومن وغیرہ سے ہاتھ ملا چکا تو جان عالم سے ہاتھ ملایا۔ اور بہت زور سے بہ اظہار محبت اُسکا ہاتھ دبایا۔ کہ اُسے نانی یاد آگئی۔ پادری صاحب اور اُن کی میم صاحب جان عالم اور سولومن کو بلیک ڈوگ کے حوالہ کر چل دیئے چلتے وقت میم صاحب جان عالم کو کہہ گئیں کہ تم ضرور تیسرے چوتھے دن مجھ سے ملا کرنا +

چھوٹی حاضری تیار تھی۔ بلیک ڈوگ کے ہمراہ جان عالم اور سولومن دونوں نے کھائی۔ غسلخانوں میں ٹب بھر دیئے گئے۔ سولومن اور جان عالم دونوں نہا دھو کپڑے بدل تیار ہو گئے۔ مسٹر بلیک ڈوگ کے کمرہ کے سامنے ایک چھوٹا سا عمدہ چمن بنا ہوا تھا۔ جہاں پر دس پانچ کرسیاں ہر وقت بچھی رہتی ہیں۔ مسٹر بلیک ڈوگ تو ایسا پلید تھا کہ موسم گرما میں بھی کبھی آٹھویں دسویں نہایا کرتا تھا۔ اور آٹھ بجے تک وہیں بیٹھا چرٹ اڑاتا رہتا تھا۔ حسب معمول آج بھی اسی طرح بیٹھا رہا۔ اور جان عالم اور سولومن دونوں اس کے پاس جا بیٹھے۔ پونے سات بجے گھنٹی بجی۔ اول لڑکے اور پھر لڑکیاں دو دو آگے پیچھے اول بڑے اور پھر چھوٹے ایک قاعدہ سے بلیک ڈوگ کو سلام کرتے ہوئے اپنے اپنے مدرسے میں کہ بورڈنگ کے متصل ہی تھے چلے گئے۔ ان لڑکیوں کی ٹولی میں ہمارے جنٹلمین کی جان مس صغرا بھی تھی کہ جو کرسٹانوں کا لباس پہنے بڑی آن بان سے جا رہی تھی۔ ہمارا ہیرو اس طرف آنکھیں لگائے ہوئے تھا جس وقت اس کی نظر مس صغرا پر پڑی عشق کا تیر کلیجہ کے پار ہو گیا قریب تھا کہ اسے جا کر چمٹ جائے یا آپے سے بیگانہ ہو جاوے۔ کہ اس نے اپنے تئیں سنبھالا۔ اور بڑے ضبط سے اپنے تئیں قابو میں رکھا۔ یہ قدرتی بات ہے کہ نئی چیز کو ہر ایک آدمی بڑے غور سے دیکھتا ہے بلیک ڈوگ کے چمن میں ان اجنبیوں کو دیکھکر ہر ایک لڑکا اور لڑکی انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ جب صغرا نے دیکھا تو اسے فوراً جان عالم کا شبہ ہوا۔ مگر خرابی یہ تھی کہ صغرا نے جان عالم کو رات کو دیکھا ہوا تھا۔ اور کل دو چار ہی دفعہ دیکھا تھا۔ اور جب دیکھا اپنے دیسی لباس میں دیکھا اس وقت ہمارے ہیرو پورے صاحب بنے ہوئے تھے۔ دن کا وقت تھا خط و خال خوب چمک رہے تھے بیچاری معصوم صغرا پہچانے تو کس طرح۔ مگر عشق بھی عجب چیز ہے۔ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے جس تیر نے جان عالم کا کلیجہ چھیدا اسی تیر نے صغرا کا کلیجہ شق کیا۔ اس کا دل چاہا کہ جلدی سے جا کر جان عالم کے گلے لگ جائے۔ مگر پھر اس نے اپنے تئیں سنبھالا۔ اور دل میں کہنے لگی۔ لاحول ولاقوۃ۔ شیطان نے مجھے کیسا بہکایا ہے۔ بھلا صغرا کی جان کہاں۔ انہیں کیا غرض۔ خبر نہیں وہ کہاں ہوں گے۔ یہ کوئی کرسٹان ہے۔ نوج وہ ایسا لباس پہننے لگے۔ ہاں ہے بیچارا خوبصورت۔ بالکل ایسا ہے۔ جیسے میرے پیارے۔ صغرا کے دل میں جب یہ خیالات آ رہے تھے وہ ٹھوکریں کھاتی جاتی تھی۔ بھگوان دئی اس کے ساتھ تھی۔ اس نے کہا کہ بہن صغرا ذرا سنبھلو ایسی بے قابو نہ ہو۔ بیشک تمہارے جانعالم آن پہنچے ہیں۔ بھگوان دئی نے جانعالم کو کبھی نہ دیکھا تھا

مگر اُس کا سب احوال صغرا سے سُنا تھا۔ اُس نے جو دیکھا کہ اُس نوجوان نے کسی کی طرف اسقدر توجہ نہ کی جسقدر کہ صغرا کیطرف حالانکہ کئی لڑکیاں اُس سے زیادہ خوبصورت موجود تھیں۔ اُسکو شک ہوا اور اُس نے مڑ مڑ کر دیکھا تو اُس جوان کی نظر صغرا کیطرف تھی۔"

بھگوان دُتی کے کہنے سے صغرا کا شک یقین کے درجہ پر پہنچنے لگا۔ اُس نے کہا۔ کہ کچھ تعجب نہیں وہی حضرت ہوں اور میرے پیچھے یہ بھروپ بھرا ہو۔ اچھا جو خدا کی مرضی۔ دو تین منٹ میں یہ نظارہ آنکھوں سے غائب ہو گیا۔"

اب سولومن جان عالم اور بلیک ڈوگ تینوں رہ گئے۔ بلیک ڈوگ نے جان عالم کے حالات دریافت کرنے شروع کئے مگر وہ حضرت عشق کا شاگرد تھا۔ کیا پتہ بتانے لگا تھا۔ یوہی ہاں ہوں کر کے آدھا پونا جواب دے ٹال دیا۔ سولومن چاہتا تھا کہ بلیک ڈوگ سے کچھ راز کی باتیں کہے سُنے۔ اسواسطے اُس نے جان عالم کو ٹالنا چاہا۔

سولومن: "بیٹا جان عالم ذرا مدرسہ وغیرہ دیکھ آؤ۔"

بلیک ڈوگ: "(مطلب سمجھکر) ہاں جاؤ مین (Man) مدرسہ دیکھو۔ بورڈنگ دیکھو۔ جہاں تم کو پڑھنا اور رہنا ہے۔ اور دیکھو زنانہ مدرسہ میں کسطرح لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ سب پڑھائی لڑکوں جیسی پڑھتی ہیں۔ ہاں۔ وہاں مس بیوٹی سے بھی ملاقات کرنا۔"

جان عالم: "نہیں جناب۔ مجھے کچھ سیر کا شوق نہیں ہے۔"

بلیک ڈوگ: "نہیں مین نہیں۔ ایسے آزردہ نہو۔ جاؤ جاؤ۔ دل کو خوش کرو۔ ول بہرہ اِدھر آؤ۔"

بہرہ: "حضور۔ کیا حکم ہے۔"

بلیک ڈوگ: "دیکھو چھوٹے صاحب کو سب مدرسہ اور بورڈنگ دکھا۔ اور مس بیوٹی صاحب کو ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ یہ چھوٹے صاحب دہلی سے تشریف لائے ہیں۔ اور یہیں تعلیم حاصل کریں گے۔ ذرا دو چار دن ان کا دل لگجائے۔ مہربانی کر کے سب جماعتوں کی سیر کرادیں۔ اور سب اُستاد اُستانیوں سے اِنہیں انٹروڈیوس کرادیں۔"

بہرہ: "حضور۔ بہت خوب۔"

بلیک ڈوگ: "اور ہاں بہرہ۔"

بہرہ: "غریب پرور۔"

بلیک ڈوگ:۔ اور دیکھو بورڈنگ کے بہرے سے کہو کہ ان کے واسطے الماری کے پاس بارک کے کونے میں پلنگ بچھائے اور ایک عمدہ سے صندوق میں انکا سب سامان رکھدے اور الماری ان کے واسطے بالکل خالی کر دے۔"

بہرہ:۔ "بہت خوب غریب پرور۔"

بہرہ جان عالم کو لیکر اُس طرف روانہ ہوا۔ یہاں جب دونوں کرنٹوں میں رازکی باتیں ہونے لگیں +

بلیک ڈوگ:۔ "یہ لڑکا بہت اشراف اور کم گو معلوم ہوتا ہے۔"

سولومن:۔ "واقعی بہت اشراف ہے اور بہت شرمالو مزاج کا لڑکا ہے۔ بڑا خاندانی ہے۔"

بلیک ڈوگ:۔ "یہ عیسائی کس طرح ہو گیا۔"

سولومن:۔ "صاحب! اسکا قصہ ایک عجیب ہے۔ اسکا باپ رسالدار ہے۔ سرکار سے ایک عمدہ جاگیر ملی ہوئی ہے گئی گانوں اور بہت سی جائداد ہے۔ یہ اپنے ماپوں کا ایک اکیلا بچہ ہے بچپن سے صغرا نام ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا۔ یہ لڑکی غریب آدمیوں کی بیٹی ہے۔ اسکو مس کیری پڑھایا کرتی تھیں۔ ایک دن موقعہ دیکھکر اُس کو نکال لائیں۔ اور عرصہ ایک ماہ کا ہوا کہ یہاں آپ کے مشن میں اسکو بھیجدیا تھا۔"

بلیک ڈوگ:۔ "ہاں ہاں۔ مس صغرا۔ جب آئی تھی۔ تو بڑے فیل کئے تھے۔ اب تو مس بیوٹی کے پاس بڑے شوق سے رہتی ہے۔"

سولومن:۔ "جی ہاں۔ وہی وہی۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ صغرا غائب ہو گئی ہے تو اُس نے خوب تلاش کی اور شاید اُسکو میرے بیٹے سے جو اُس کا ہم جماعت ہے کچھ معلوم ہوا۔ تو اُس نے صغرا کے ملنے کی تدبیر پوچھی میرے بیٹے نے یہی کہا کہ بغیر کرسچن ہوئے یہ صورت ناممکن ہے۔ سو یہ ایک دن خود آن کر کرسچن ہو گیا۔ اب سُنا ہے کہ اسکے باپ کو کچھ حال معلوم ہو گیا ہے اور اس نے پادری کیمفر اور مجھ پر فوجداری میں مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ کل ہمکو یہ حال معلوم ہوا اور مس کیری نے کہا کہ مقدمہ سے گو ہمکو کچھ نقصان تو نہیں پہنچ سکتا لیکن ایسا نہ ہو کہ لڑکا اپنے رشتہ داروں کو دیکھکر مچل جائے اس واسطے یہ مناسب سمجھا گیا کہ فوراً اسے یہاں سے روانہ کر دیا جائے چنانچہ میں کل ہی اسے لیکر چلدیا۔ یہ بھی سُنا گیا تھا کہ پولیس کو تحقیقات کا حکم دیا ہے۔ اس واسطے میرا ارادہ ہے کہ آج ہی واپس چلدوں تاکہ پولیس کو مقدمہ بنانے کا موقعہ نہ ملے۔"

بلیک ڈوگ: "آج ہی! آج! نہیں ایسا نہ ہوگا"

سولومن: "نہیں۔ اب تو اجازت دیجئے کیونکہ موقعہ ہی ایسا ہے"

بلیک ڈوگ: "جی تو نہیں چاہتا"

سولومن: "جی تو میرا بھی نہیں چاہتا مگر امر مجبوری ہے"

بلیک ڈوگ: "اچھا شائد میرا آنا دہلی میں ہو"

سولومن: "کیا عمدہ بات ہو۔ ہاں ایک بات ہے جسکی طرف آپکو توجہ کرنی چاہیئے"

بلیک ڈوگ: "ہاں وہ بھی فرمائیے"

سولومن: "جہاں تک ہو سکے اسے صغرا سے نہ ملنے دینا"

بلیک ڈوگ: "اچھا اگر پاک محبت ہے تو ملنے کا کیا خوف اور ویسے تو یہاں ہر طرح نگرانی کیجاتی ہے"

سولومن: "آہا آپ نہیں سمجھے صغرا زبردستی عیسائی بنائی گئی ہے۔ اور جان عالم اُس کے پیچھے عیسائی ہوا ہے جب یہ دونوں ملجاویں گے تو خفیہ بھاگ جاویں گے اور یا ابھی شادی کردی جاوے گی تو ضرور مسلمان ہو جاوینگے۔ اِس واسطے میرا خیال ہے کہ اِن کو بالکل ایک دوسرے سے ملنے نہ دیا جاوے۔ اور صغرا کی شادی کسی اور عیسائی سے اور جان عالم کی شادی کسی اور لڑکی عیسائی سے کردی جائے۔ تاکہ دونوں کو مسلمان ہونیکا موقعہ نہ ملے"

بلیک ڈوگ: "آہا۔ مجھے تو اس بات کا خیال بھی نہ تھا۔ خوب ہوا آپنے ذکر کردیا۔ یہ تو بڑی ضروری بات ہے۔ میں اس کا خوب خیال رکھونگا۔ اور عمدہ بندوبست کرونگا"

آپ شوق سے جس وقت چاہیں

میرے پاس آیا کریں

جب سولومن اور پھر بلیک ڈوگ نے۔ جان عالم کو کہا کہ مدرسہ۔ بورڈنگ زنانہ مدرسہ وغیرہ کی سیر کرے تو اُسنے اوپرے دل سے تو کہا کہ نہیں جناب مجھے سیر کا شوق نہیں ہے لیکن زنانہ مدرسہ کا نام سُنکر اُسکے دل میں ایک بردست ولولہ اٹھا اور اسیواسطے جونہی بلیک ڈوگ نے بہرہ کو بلایا وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور بہرہ کے ساتھ ساتھ ہو لیا +

بہرہ: "آیئے حضور پہلے بورڈنگ دیکھ لیجئے"

جان عالم: "میاں یہاں تو رہنا ہے۔ اسکا کیا دیکھنا"

بہرہ: "اچھا حضور پھر مدرسہ دیکھئے"

جان عالم: "مدرسہ۔ یہ مدرسہ لڑکوں کا ہے؟"

بہرہ: "ہاں حضور"

جان عالم: "میاں یہاں دو چار دن تک خود آن کر پڑھینگے۔ آپ بھی دیکھ لیں گے"

بہرہ: "ہیں حضور جب آپ یہاں رہیں گے تو سب کچھ دیکھ لینگے۔ آیئے پھر چلیں"

جان عالم: "مرد خدا یہ بتا کہ زنانہ مدرسہ کہاں ہے۔ آج تو وہ دیکھ بھی لیں گے۔ پھر خبر نہیں کہ دیکھ سکیں یا نہیں"

بہرہ: "حضور جب آپ یہاں ہوئے تو پھر کیا ہے۔ جب چاہے دیکھ لینا"

جان عالم: "بابا۔ خالی عمارت دیکھنے سے کیا فائدہ۔ مدرسہ آباد دیکھنا اچھا ہوگا"

بہرہ: "ہاں حضور مدرسہ ہمیشہ آباد رہتا ہے کوئی آج کے بعد اجڑ تھوڑا جائیگا"

جان عالم: "مدرسہ تو نہیں اجڑے گا۔ مگر مجھ کو کہاں فرصت ہوگی۔ جو میرا پڑھائی کا وقت ہوگا۔ وہی زنانہ مدرسہ کی پڑھائی کا وقت ہوگا"

بہرہ: "ایسا ہی شوق ہوگا تو ایک دن چھٹی لے لیجئے گا"

جان عالم: "بھائی تم بڑے منطقی ہو۔ تمہارے صاحب نے جو مس صاحب کے نام چٹھی دی ہے اُن کا حکم بھی مانیں یا نہیں"

بہرہ: "حضور ہمارے صاحب کا کچھ فکر نہ کریئے۔ یہ چٹھی میں اُن کو واپس کر دوں گا"

جانعالم اس بہرہ کی باتوں سے تنگ آگیا۔ بہرہ بھی ایک جوان آدمی تھا۔ اور کرانیوں کے بھیدوں سے خوب واقف کئی سال سے بلیک ڈوگ کے پاس رہتا تھا۔ اور اُسکی شرارتوں سے خوب خبردار ہو گیا تھا۔ جان عالم کا انداز دیکھ کر سمجھ گیا۔ کہ عشق باز ہیں۔ اور اس واسطے ان کو چھیڑنے کیلئے باتیں کریگا۔ جانعالم بھی سمجھ گیا کہ یہ شخص مجھ کو چھیڑنے کے واسطے ایسی باتیں کرتا ہے۔ مگر آدمی بہت ہوشیار معلوم ہوتا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ اس سے ہمارا بھی کچھ کام نکلے۔ اس واسطے اُس کی باتوں سے ناراض نہیں ہوا۔ اور کہنے لگا۔ بھائی مجھ کو زنانہ مدرسہ دیکھنے کا بہت شوق ہے"

بہرہ: "ہاں حضور یوں فرماؤ نا۔ کہ مدرسہ نہیں۔ بلکہ مسوں کے دیکھنے کا شوق ہے"

جانعالم:۔ "ہاں بھائی ہاں۔ جو تو کہے سچ۔ بس اب کہیں معاف بھی کر۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مدرسہ پہنچ گئے۔ بہرہ مس بیوٹی کے کمرہ میں گیا بلیک ڈوگ کا خط دیا۔ مس بیوٹی نے خط پڑھ کر بہرے سے پوچھا۔ کہاں ہے صاحب چھوٹا۔ کہاں ہے۔"

بہرہ:۔ "حضور۔ یہ کمرہ کے باہر کھڑے ہیں۔"

مس بیوٹی فوراً کمرہ سے باہر نکل آئیں۔ جان عالم نے نہایت ادب سے سلام کیا۔ دونوں نے ہاتھ ملائے۔ مس بیوٹی جان عالم کو دیکھ کر حیران ہو گئیں۔ کہ کیا شایستہ۔ مؤدب اور خوبصورت گبرو جوان ہے۔ ادھر جانعالم مس بیوٹی کو دیکھ کر سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگا۔ کہ کیسا خدا نے مس بیوٹی کو بنایا ہے۔ اور پھر اس خوبصورتی کے ساتھ اسکو خوش سیرت بھی کیسا پیدا کیا ہے۔"

مس بیوٹی:۔ "کیا آپ کا اسم مبارک میں پوچھ سکتی ہوں۔"

جان عالم:۔ "خاکسار کا نام مرزا جان عالم سولومن ہے۔"

مس بیوٹی:۔ "مرزا صاحب۔ میں آپ سے ملکر بہت خوش ہوئی۔"

جان عالم:۔ "حضور کی پرورش اور مسافر نوازی ہے۔"

مس بیوٹی:۔ "آئیے نا۔ اندر کمرہ میں چلئے۔"

جان عالم تو بہت دل میں خوف کھا رہا تھا کہ کہیں بیوٹی یونہی باتیں بنا کر نہ ٹالدے اور مجھ کو اپنی جاناں کا دیدار نصیب نہ ہو۔ مس بیوٹی جو کمرے کے اندر لیجی خوشی کے مارے شگفتہ ہو گیا۔ عشق کا جوش اٹھا۔ خون نے جوش کھایا۔ چہرہ پر سرخی دوڑ گئی۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے پھرنے لگے۔"

عشق بھی کیا چیز ہے۔ خدا سے لیکر بندہ تک عشق سے خالی نہیں۔ خدا تعالیٰ کو عشق کیسا پیارا ہے۔ کہ وہ عاشق بھی ہے اور معشوق بھی۔ اسیواسطے وہ عاشقوں کی مدد کرتا ہے کیونکہ عشق مجازی بغیر عشق حقیقی نہیں حاصل ہو سکتا۔

یہ حسن اتفاق بلکہ بدغیبی ہے کہ جس وقت جان عالم مس بیوٹی کے کمرہ میں داخل ہوا۔ اسوقت وہ جماعت مس صاحب کے پاس بیٹھی تھی جس میں صغرا اور بھگوان دی تعلیم پاتی تھیں۔ صغرا نے جان عالم کو بے مرتبہ دیکھا تھا صرف رات کو دیکھا تھا۔ مگر جان عالم صغرا کو کریمن کے گھر میں سے دو چار مرتبہ دن کو بھی دیکھ چکا تھا۔ اس واسطے صغرا کو جانعالم کو پہچاننا مشکل ہوا۔ مگر جان عالم نے کمرہ میں گھستے ہی صغرا کو پہچان لیا۔ اور اس وقت جو اس کا حال ہوا۔ ہم اپنے عاشق مزاج ناظرین پر چھوڑتے

ہیں۔

مس بیوٹی:۔ "مرزا یہ پانچویں جماعت ہے۔ اور اس جماعت میں چند روز ہوئے دہلی سے دو لڑکیاں آنکر شامل ہوئی ہیں۔"

جان عالم:۔ "خوب۔ کُل جماعتیں کتنی ہیں۔"

مس بیوٹی:۔ "ابھی تو پانچ ہی جماعتیں ہیں۔ مگر اُمید ہے کہ جلد ہم چھٹی جماعت بھی کھول لیں گے۔"

جان عالم:۔ "کیوں نہیں۔ جہاں آپ جیسے محنتی منتظم ہوں وہاں کچھ دیر تھوڑے لگتی ہے۔"

مس بیوٹی:۔ "ہاں۔ ہمکو ہندوستان کی مستورات کو تعلیم دینے کا بہت شوق ہے۔ مگر لڑکیوں کو کچھ علم کا شوق نہیں۔"

جان عالم:۔ "بیشک۔ اُمید ہے جو لڑکیاں دہلی سے آئی ہیں۔ وہ تو پڑھنے کیطرف اچھی توجہ کرتی ہوں گی۔"

مس بیوٹی:۔ "البتہ وہ اَوروں سے زیادہ علم کی شوقین معلوم ہوتی ہیں۔ اور دوسری بات جسکو میں بہت پسند کرتی ہوں اُن کے عادات ہیں۔ اُن کے عادات ایسے عُمدہ ہیں کہ مجھے اُن سے بہت ہی محبت ہوگئی ہے۔ اور میں نے اُنکو اپنے ہی پاس رکھا ہے۔"

جان عالم:۔ "یہ آپکا حسن ظن اور مسافر نوازی ہے۔ آپکے اخلاق کی میں نے بہت کچھ تعریف دہلی میں سُنی تھی۔ اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے اِس وقت اُس مبارک چہرہ کو دیکھ رہا ہوں۔ جس کے دیکھنے کی مجھے کمال آرزو تھی۔ ہندوستان کے آدمیوں کو اور بالخصوص شرفا کو آپ ہمیشہ ایسا ہی پائیں گے۔"

مس بیوٹی:۔ "ہاں۔ بیشک ان لڑکیوں سے تو میں بہت خوش ہوں۔ کیا آپکے ساتھ میں اُن کو انٹروڈیوس کرا سکتی ہوں۔"

جان عالم تو خدا سے یہی چاہتا تھا کہ کسیطرح صغرا سے ایک دو باتیں کرے۔ مگر مدرسہ بھرا ہوا تھا۔ ایسا کس طرح کر سکتا تھا۔ اب تو خدا ساز بات پیش آئی۔ وہ بہت خوش ہوا اور بولا:۔

جان عالم:۔ "بڑی نوازش ہو۔"

مس بیوٹی نے صغرا اور بھگوان دئی کو اپنے پاس بُلایا۔ کہ مرزا صاحب دہلی سے آئے ہیں اور مردانے مدرسہ میں تعلیم پائینگے۔ تمہارے اہل وطن ہیں۔ آؤ اِن سے ملاقات کرو

یہ سنکر یہ لڑکیاں بہت شرمائیں۔ کیونکہ ہندوستان کے قاعدہ کے موافق عورت اور مرد کا اسطرح کھلم کھلا ملاقات کرنا بہت شرم کی بات ہے۔ مگر انگریزی رواج کے بموجب یہ کچھ عیب کی بات نہیں ہے۔ بیچاری مس بیوٹی کو ہندوستانی رواج کی کیا خبر۔ اور اگر ہوتی بھی تو کیا۔ وہ تو سب انگریز بنے ہوئے تھے۔ صغرا اور بھگوان دتی کو بھی ایک مہینے سے زیادہ ہو گیا۔ اور ایسے ہی نئے صاحب جان عالم کو ایک ماہ گذر چکا تھا۔ اور انگریزی سوسائٹی کے برتاؤ سے انہوں نے بہت کچھ واقفیت حاصل کر لی تھی۔ شاید اگر شرم تھی۔ تو یہ تھی کہ دونوں ایک وطن اور ایک سوسائٹی کے تھے اور دوسری سوسائٹی کے رواج کے بموجب ملاقات کرنے لگے تھے۔"

مس بیوٹی:۔ "آؤ آؤ۔ میری بیٹیو۔ مسٹر سولومن تم سے ملنے کے بہت مشتاق ہیں۔ یہ لڑکیاں مس صاحب کے پاس آگئیں۔ انہوں نے پہلے ہمارے ہیرو کو اُن کی جاناں مس صغرا سے ملوایا۔"

مس بیوٹی:۔ "مرزا سولومن۔ آپ کو اوّل مس صغرا سے ملاقات کراتی ہوں۔ یہ آپکی دہلی سے آئی ہیں اور بہت شریف مزاج رکھتی ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ اِن سے ملکر بہت خوش ہوں گے۔"

جان عالم نے ہاتھ بڑھایا اور صغرا نے اُس سے ہاتھ ملایا۔ صغرا کو شک تھا کہ جان عالم ہے یا کوئی اَور ہے۔ مگر اب مرزا کا لفظ سُن کر اُس کا شک یقین کے نزدیک ہو گیا مگر ابھی کلیہ یقین نہیں ہوا۔"

مس بیوٹی:۔ "مس صغرا۔ یہ مرزا جان عالم سولومن ہیں۔ دہلی سے بمراد تعلیم تشریف لائے ہیں اور میں بہت خوش ہوں کہ تمہارے ہم وطن ایک اَور زیادہ ہو گئے ہیں۔"

جس وقت جان عالم کا لفظ مس بیوٹی کے مُونہہ سے نکلا صغرا کے کلیجہ میں ایک تیر سا لگ گیا۔ اور قریب تھی کہ غش کھا کر گر پڑے۔ مگر ناموس کے خیال سے اُس نے اپنے تئیں سنبھالا جس وقت صغرا کا یہ حال ہوا۔ جان عالم کے دل پر بھی چوٹ لگی۔ کیونکہ دونوں کے دل ایک تھے۔ اور یہ کب ممکن تھا کہ ایک دل پر صدمہ پہنچے اور دوسرا محسوس نہ کرے مگر وہی ناموس کا خیال اُس کا دستگیر ہوا اور اُس سے بہت زور سے اپنے دل کو قابو کر کے کہ کہیں مس بیوٹی کو ان کا حال معلوم نہ ہو جاوے۔ کہا:۔

جان عالم:۔ "مس صاحب آپکا مزاج خوش ہے۔"

صغرا:۔ "حضور کی عنایت۔ حضور کا مزاج اچھا ہے۔"

جان عالم:۔ "شکر ہے۔ آپ سے ملکر بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اُمید ہے آپ یہاں بہت خوش ہونگی۔"

صغرا:۔ "آپ کی نوازش ہے۔ بیشک میں یہاں بہت خوش ہوں۔ خصوصاً مس صاحب کے سلوک سے۔"

جان عالم کا کب جی چاہتا تھا کہ صغرا سے ترک گفتگو کرے۔ مگر مس بیوٹی نے پھر بھگوان دئی کو جان عالم سے ملایا۔ اور ہمارے نویلے صاحب نے اس سے بھی وہی گفتگو کی جو صغرا سے کی تھی۔ بھگوان دئی نے صغرا سے سُنا تھا کہ اس کا ہونے والا خاوند بہت خوبصورت ہے اور اس کا نام یہ ہے اور یہ نشان اور یہ حلیہ ہے۔ اور اُسے صبح سے شک تھا۔ اس وقت جب یقین ہو گیا کہ صغرا کا ہونے والا خاوند یہی ہے اور اُس نے یقیناً صغرا کے واسطے یہ بھیس بدلا ہے۔ تو اُسے جان عالم پر بہت ہی محبت آئی۔ کیسی محبت۔ خدانخواستہ بُری نہیں بلکہ پاک جیسی ایک بہن کو اپنے بھائی پر آتی ہے۔ اور کیوں نہ آتی۔ جان عالم کی صورت اور سیرت اچھے آدمی کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ اُس کی ہمت دیکھو اور اُس کے سچے عشق کا ملاحظہ کرو۔ کہ صرف اپنی محبوبہ کے کارن اُس نے یہ رنگ بدلے۔ اور جب یہ خیال کیا جائے کہ اس کی معشوقہ اور مس بھگوان دئی ہم تفس اور ہم صفیر تھی اور اسی سبب سے ایک دوسری سے بہنوں سے زیادہ محبت کرتی تھی تو بھگوان دئی کا ایسی محبت سے جان عالم کو دیکھنا ہرگز قابل الزام نہیں ہو سکتا۔"

جان عالم:۔ "(صغرا اور بھگوان دئی کی طرف اشارہ کرکے) آپ دونوں صاحب بڑے خوش قسمت ہیں کہ دو ہموطن ہموطن ملی ہوئی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ میں تنہا ہوں۔"

بھگوان دئی:۔ "ہاں دہلی سے آج تک اور تو کوئی مرد اس مدرسہ میں نہیں آیا۔"

جان عالم:۔ "میری قسمت۔"

صغرا:۔ "خدا آپ کو اس تکلیف سے جلدی رہائی دے۔ اور آپ کا کوئی ہموطن ساتھی آن پہنچے۔"

صغرا کی اس بامعنی بات سے جان عالم کے دل پر بڑی چوٹ لگی۔ وہ سمجھ گیا کہ اُس کا دل درد سے پُر ہے جس کا اظہار اُس نے اس معمہ میں کیا ہے۔ اُس نے اُس کی

تسلی کے واسطے کہا۔"

جان عالم: "ہاں جناب گو اِس وقت میرا ہموطن کوئی میرے ساتھ نہیں آیا۔ مگر دیر آید درست آید۔ شاید کوئی اچھا ساتھی خدا بھیجدے۔ اور جناب میرا تنہائی پر افسوس کرنا عبث ہے۔ مجھے تو خدا نے پیدا اکیلا ہی کیا ہے۔"

مس بیوٹی: "کیا آپکا کوئی بھائی بہن نہیں ہے۔"

جان عالم: "نہیں مس صاحب۔ میں اپنے ماباپوں کا اکلوتا بچہ ہوں۔ میرے سوا دوسری اولاد ہوئی نہیں۔"

مس بیوٹی: "اچھا تو آپ ہمیشہ سے اکیلے ہیں۔ مگر نہیں اس جگہ آپ تین ہیں۔ آپ شوق سے جس وقت چاہیں میرے پاس آیا کریں۔ اِن دونوں مسوں کو اپنی ہی بہنیں سمجھیں۔ اور جب جی گھبرائے تو اِن سے بات چیت کرکے دل بہلایا کریں۔ میں آپ کو دیکھکر بہت خوش ہوں گی۔"

جان عالم: "مس صاحبہ۔ آپ نے جس قدر نوازش میرے اوپر فرمائی ہے میں اُس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

مس بیوٹی: "آپ کی مہربانی ہے۔ آیئے اَور جماعتیں آپ کو دکھاؤں اور یہاں کی اُستانیوں سے آپ کی مُلاقات کراؤں۔"

یہ سُنتے ہی جان عالم کے کلیجہ میں گولی سی لگی۔ مگر حکم حاکم مرگِ مفاجات۔ فوراً ساتھ ہولیا۔ اور مس بیوٹی نے اُسے تمام مدرسہ کی سیر کرائی۔ سب اُستانیوں سے ملوایا مگر جان عالم کو اُس سیر میں اور اُس مُلاقات میں مزا نہیں آیا۔ جب سب کچھ دیکھ چکا تو اُس نے مس بیوٹی سے کہا:۔

جان عالم: "مس صاحب۔ آداب عرض کرتا ہوں۔ معاف فرمایئے گا میرے سبب سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔"

مس بیوٹی: "نہیں نہیں۔ تکلیف کیا۔ میں آپ سے مِلکر بہت خوش ہوئی۔ آپ تو بورڈنگ ہی میں رہوگے۔"

جان عالم: "جی ہاں اَور کہاں جانے لگا تھا۔"

مس بیوٹی: "آپ کے بورڈنگ کے پاس میرا مکان ہے اُمید ہے آپ ضرور

میرے سے ملا کریں گے۔"

جان عالم: "میرے ایسے نصیب کہاں کہ آپ کے زیر سایہ پرورش پاؤں۔ مجھے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے بڑی فخر و عزت حاصل ہوگی۔"

اب مس صاحبہ سے ہاتھ ملا۔ آہیں بھرتے ہمارے جان عالم چلتے بنے۔ بہرہ اُن کا منتظر کھڑا تھا۔ ساتھ ہو لیا۔

بہرہ: "صاحب بہادر۔ آپ تو خوب لڑکیوں کے تماشے میں غرق ہو گئے۔"

جان عالم: "ارے بابا۔ تمہارے ہی صاحب نے مدرسہ دیکھنے کے واسطے بھیجا تھا۔"

بہرہ: "ہاں جی کیوں نہ بھیجتا۔ اُس نے اپنا جیسا جو دیکھ لیا۔ کہو یہ مس کیسی ہے جس سے تم باتیں کر رہے تھے۔"

جان عالم: "بھئی بڑی اشراف ہے۔"

بہرہ: "ہاں اشراف تو ہے۔ مگر خوبصورت کیسی ہے۔"

جان عالم: "سبحان اللہ پدمنی ہے۔ لاکھ میں ایک۔"

بہرہ: "ہاں صاحب۔ اس کی خوبصورتی کی زمانہ میں دھوم ہے۔ بڑے بڑے جرنیل کرنیل۔ کمشنر۔ ڈپٹی کمشنر اس سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی۔"

جان عالم: "بھلا کسی کو پسند نہیں کرتی۔"

بہرہ: "کسی کو نہیں۔ بس خوبصورت تو ایک یہ مس ہے۔ باقی سب سسریاں ایسی ہیں کالی۔ پیلیاں۔ چوھڑی چماریاں۔ یا دہلی سے جو چھوکریاں آئی ہیں۔ وہ ذرا خوبصورت ہیں۔"

جان عالم: "ہاں صاحب۔ تمہاری یہ مس تو سبحان اللہ بہت خوبصورت ہے۔ اور باقی کو تو ہم نے غور سے نہیں دیکھا۔"

بہرہ: "نہیں دیکھا تو اب دیکھ لینا۔ ہمارے صاحب کے کمرہ میں ہر روز جمگھٹ رہتا ہے سب وہیں آتی ہیں۔ ناچتی ہیں۔ گاتی ہیں۔ ہمارا صاحب راجہ اندر بنا ہوا ہوتا ہے اور خوب موجیں لوٹتا ہے۔"

جان عالم: "جو لڑکیاں دہلی سے آئی ہیں۔ کیا وہ بھی تمہارے صاحب کے پاس

آتی ہیں۔"

بہرہ: "نہیں آج تک تو نہیں آئیں مس بیوٹی اُن کو نہیں بھیجتی۔ مگر صاحب اُسپر بڑی خار کھائے بیٹھا ہے۔ اور فکر میں لگا ہے۔ ضرور کسی نہ کسی دن بُلا کر چھوڑے گا۔"

جان عالم: "میاں بہرے۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟"

بہرہ: "میں تو لدھیانہ سے آیا ہوں۔ وہیں پیدا ہوا تھا۔ مگر میرا باپ کہیں دلّی کی طرف کا تھا۔"

جان عالم: "جب ہی تم بہت عمدہ اُردو بولتے ہو۔ پھر تو یار تم ہمارے ہموطن ہو۔ بھئی آج سے تم ہمارے دوست رہے۔"

بہرہ: "اجی تم صاحب میں بیچارہ غریب۔ میری تمہاری کیا دوستی۔"

جان عالم: "بھئی خدا کے لئے تو مجھے صاحب نہ کہا کرو۔ مرزا کہدیا کرو۔ اور میں جو عیسائی ہوا ہوں قسمت سے ہو گیا ہوں۔ تو مجھے مسلمان ہی سمجھ۔"

یہ باتیں کرتے ہوئے پھر اُسی جگہ واپس آ گئے جہاں سے گئے تھے +

سولومن: "کہو بیٹا مرزا۔ خوب سیر دیکھی۔"

جان عالم: "جی ہاں۔ خوب سیر کی۔"

سولومن: "لو بیٹا۔ اب میں جاؤں گا۔ تمکو صاحب (بلیک ڈوگ) کے حوالہ کرتا ہوں۔"

جان عالم: "یہیں آپ جاتے ہیں۔ ابھی سے۔ مجھ کو اکیلا چھوڑ کر۔"

سولومن: "نہیں بیٹا۔ تم اکیلے کیوں ہونے لگے۔ پادری صاحب۔ میم صاحبہ۔ یہ صاحب اور سب صاحب لوگ مجھ سے زیادہ تم سے محبت سے پیش آئینگے۔"

جان عالم: "میرا تو آپ کے بغیر دل نہ لگیگا۔ میرے بھائی بہن سب چھوٹے اب آپ بھی چلے۔"

بلیک ڈوگ: "او۔ نہین مین (Man) تم جوان آدمی ہے۔ صاحب کو جانے دو۔ فکر کرو۔ ہمارے پاس تمہارا خوب دل لگیگا۔"

جان عالم خاموش ہو گیا۔ اُس کو سولومن کی کیا پرواہ تھی۔ اُسے تو جس چیز کی پرواہ تھی اور جس کیواسطے اُس نے یہ بھروپ بدلا تھا۔ اُس سے مُلاقات ہو ہی گئی تھی۔ اور آیندہ کے واسطے بھی اچھی اُمید بندھ گئی تھی۔ مگر اُس نے دنیا کے دکھاوے کو سولومن سے اِسطرح کی باتیں کیں کہ کسیطرح کا راز جہانتک ہو سکے پوشیدہ رہے۔ نو بج چکے تھے۔ ریل کی روانگی کا وقت سٹیشن سے ٹھیک دس بجے تھا۔ بلیک ڈوگ نے سائیس کو حکم دیا کہ گاڑی تیار

کرے اور باورچی کو حکم دیا کہ جلد کھانا لائے۔ کھانا فوراً موجود ہوا اور بلیک ڈوگ۔ سولومن اور جان عالم نے ملکر کھایا۔ اتنے میں گاڑی تیار ہوگئی۔ بلیک ڈوگ نے گھڑی دیکھی۔ ساڑھے نو ہوگئے تھے۔ سٹیشن بھی کوئی میل کے فاصلہ پر تھا۔ جلدی جلدی سے اسباب وغیرہ جو بہت مختصر ساتھا گاڑی پر رکھ سولومن چلنے پر تیار ہوگیا۔ بلیک ڈوگ نے کہا کہ میں ضرور آپ کو چھوڑنے چلوں گا۔ اور ینگ مرزا بھی ہمارے ساتھ چلیگا۔ سولومن نے ہرچند کہا کہ آپ تکلیف نہ کیجئے۔ مگر بلیک ڈوگ نے منظور نہ کیا۔ اور تینوں گاڑی پر بیٹھ سٹیشن کیطرف روانہ ہوئے۔ بلیک ڈوگ جھٹ بکنگ آفس میں گھس گیا۔ اور ایک ٹکٹ سنگل کلاس کا لے لیا لین کلیر بھی کا ہو چکا تھا۔ اگلے سٹیشن سے گاڑی چھوٹ گئی تھی۔ مسافر روانگی کیواسطے مارے مارے پھرتے تھے۔ دس منٹ میں ریل موجود ہوئی۔ بلیک ڈوگ نے سولومن کو گاڑی میں سوار کیا۔ اُس نے گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے جان عالم کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پچیس روپیہ جو ایک رومال میں بندھے تھے اُسے دیئے۔ اوّل اُس نے لینے سے انکار کیا مگر پھر بلیک ڈوگ اور سولومن کے اصرار سے لے لئے۔ سولومن نے کہا۔ کہ میں ہمیشہ تمہیں خرچ بھیجتا رہوں گا۔ اتنے میں پانچ منٹ گزر گئے۔ روانگی کی گھنٹی ہوئی۔ اور ریل سیٹی بجا نظروں سے غائب ہوگئی +

میرا جینا بے سُود ہے۔ مَیں ابھی اپنا گلا کاٹتا ہُوں

مسٹر سولومن جان عالم کو بلیک ڈوگ کے حوالہ کر اور پچیس روپیہ اس کو دے دہلی روانہ ہوئے چلتے وقت جان عالم فریب سے رونکھا ہوگیا۔ گویا اُس کو سولومن کے جانے کا بہت افسوس ہوا۔ بلیک ڈوگ نے بڑی محبت سے اُسے آغوش میں لیا۔ اور تسلی دیتا ہوا اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا احاطہ مشن میں آن پہنچا۔ اب جان عالم نے شنبو مشن کے احاطہ میں بود و باش اختیار کی اور آذر کرسچن لڑکوں کے ساتھ بورڈنگ میں رہنے لگا چونکہ اُس کی طبیعت بہت پاکیزہ تھی۔ خوب صورتی کے ساتھ خوش سیرت

بھی خدا نے اُسے عنایت کی تھی۔ اس کے عادات اور اطوار نہایت ہی عمدہ تھے۔ وہ ہر ایک سے بہت ہی اچھی طرح سے سلوک کرتا تھا۔ اسواسطے مشن کے سب چھوٹے بڑے اُس سے محبت کرنے لگے اور اُس کے مدح خواں ہو گئے۔ ہر روز شب کو بلیک ڈوگ اُسے اپنے پاس بُلا لیتا۔ اور اُس سے بڑی محبت سے پیش آتا۔

اوّل ہی روز شب کو جب جان عالم بلیک ڈوگ کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہے کمرہ کے باہر دریاں بچھی ہیں۔ کُرسیاں پڑی ہیں۔ چھڑکاؤ ہو رہے ہیں۔ گملے رکھے ہیں۔ پنکھے چل رہے ہیں۔ سبز سُرخ لمپ جل رہے ہیں۔ چھوٹے اور بڑے لڑکے لڑکیاں اِدھر اُدھر اچھلتی کودتی پھر رہی ہیں۔ بلیک ڈوگ ایک آرام کُرسی پر پاؤں پھیلائے راجہ گوپی چند بنے ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور چند جوان لڑکے اور لڑکیاں اُن کے گرد فرش پر بیٹھی ہیں۔ جس وقت جان عالم گیا۔ بلیک ڈوگ نے اپنے پاس وہیں اُسے بھی بٹھا لیا۔ یہ نظارہ بہت عمدہ تھا۔ یہ لڑکے لڑکیاں آپس میں ہنس بول رہے تھے۔ بہت سی ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی تھیں۔ بلیک ڈوگ انگلینڈ اور امریکہ کی بہت سی باتیں سُنا رہے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ اور لگاؤ کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کبھی کبھی کچھ اُردو فارسی کی غزلیں اور انگریزی عشقیہ (پوئسٹریاں) (بیتیں) بھی پڑھی جاتی تھیں۔ کوئی کوئی انگریزی باجے ستار۔ سارنگی۔ بانسری بھی بجاتا تھا کبھی کبھی اُٹھکر کوئی لڑکا یا لڑکی ناچنے بھی لگتا تھا۔ بلیک ڈوگ اِن باتوں سے بہت خوش ہوتا تھا۔ بعض دفعہ بعض لڑکیوں کو بغل میں داب خود بھی ناچنے لگتا تھا۔ دل لگی کے واسطے یہ نظارہ کچھ کم نہ تھا۔ مگر جان عالم کو کچھ لطف نہ آتا تھا۔ کیونکہ وہاں اُس کی پیاری آنکھوں کی تاری صغرا نہ تھی۔ اور گو جان عالم کو اپنی جانان بغیر یہ جلسہ جلسۂ ماتم معلوم ہوتا تھا۔ مگر وہ اس بات سے بہت خوش تھا کہ اس کی معشوقہ اس ناپاک جلسہ میں شریک نہیں ہوتی۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ اگر وہ اپنی محبوبہ کو اس حال میں دیکھتا تو اپنی جان پر کھیل جاتا۔ جان عالم گو عیسائی ہو گیا۔ مگر بامر مجبوری ایک مصلحت سے۔ اُس کو بے پردگی۔ آزادی۔ اور عیسائیوں کی ان لغویات سے از حد نفرت تھی۔ جن باتوں کو بلیک ڈوگ عین شائستگی سمجھتا تھا۔ اور مایۂ عیش خیال کرتا تھا۔ وہ جان عالم کے نزدیک ایک فحش اور مکروہ بات تھی۔ وہ اِن عیسائیوں کو بہت

نفرت سے دیکھتا تھا۔ اور اُسکو ایسی آزادی پر بہت ہی تعجب اور حیرت آتی تھی اور جب اُسنے دیکھا کہ ہر روز شب کو ایک دو خوبصورت لڑکے یا لڑکیاں نصف شب یا زیادہ تک بلکہ بعض اوقات ساری رات بلیک ڈوگ کے پاس رہجاتی ہیں تو اُسکو بہت ہی استعجاب ہوا۔ کہ یا الٰہی اس شیطان کو ملائکہ کا اُستاد کیوں بنایا ہے اور کیا معاملہ ہے۔ کہ اِس شیطان مجسّم کی ان کرتوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ بلیک ڈوگ کا بہرہ جس کا حال پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اکثر جان عالم کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ جان عالم اُس سے بہت محبّت سے پیش آتا۔ بلکہ دو ایک مرتبہ ایک ایک روپیہ اُس کے بچے کے نام سے دے چکا تھا ایک دن جانعالم نے پوچھا۔

جان عالم: "یار رات کو تمہارے صاحب کی کوٹھی میں تو خوب جلسہ رہتا ہے"

بہرہ: "ہاں۔ آج کل تو گرمی کا موسم ہے۔ کیفیت تو جاڑے میں ہوتی ہے"

جان عالم: "بھلا جاڑے میں کیا ہوتا ہے"

بہرہ: "بس کیا کہوں عجب کیفیت ہوتی ہے۔ پیانو بجائے جاتے ہیں۔ سُر سے سُر ملا کر گیت گائے جاتے ہیں۔ خوب ناچ ہوتے ہیں"

جانعالم: "تب تو یار خوب مزے لوٹتے ہو"

بہرہ: "خاک ہم کیا مزے لُوٹتے ہیں۔ سردی میں باہر بیٹھے اکڑتے رہتے ہیں۔ مزے تو ہمارا صاحب لُوٹتا ہے"

جانعالم: "ہاں بھئی۔ تمہارا صاحب تو خوب مزے لُوٹتا ہے۔ ہاں یہ تو بتاؤ۔ بعض بعض لڑکے لڑکیاں بڑی بڑی رات تک تمہارے صاحب کے پاس رہجاتے ہیں۔ کیا کرتے ہیں"

بہرہ: "مرزا صاحب۔ مجھے کیا خبر۔ میں اندر تھوڑا ہی جا سکتا ہوں۔ میں نے تو شرابیں ہی پیتے دیکھا ہے۔ جاڑے میں تو کوئی دن ایسا ہوگا۔ جبکہ دو چار بچے صاحب کے کمرہ میں نہ سوتے ہوں۔ اندر سے کواڑ بند ہوتے ہیں اور ہمکو اندر جانے کا حکم نہیں"

جان عالم: "جو دہلی سے دو لڑکیاں آئی ہیں کیا وہ بھی کبھی رات کو رہی ہیں"؟

بہرہ: "توبہ رات کو رہنا کیسا۔ وہ کبھی آن کر بھی نہیں پھٹکتیں"

جان عالم: "کیا سبب۔ کیا تمہارا صاحب اُن کو نہیں بُلاتا"

بہرہ: "صاحب تو اُن کے واسطے دانت پیستا ہے۔ اور مجھے کئی دفعہ کہہ چکا ہے۔ کہ کسی نہ کسی دن اُن کو ضرور پھانسوں گا۔"

جان عالم: "بھلا پھر کیوں نہیں پھانستا۔ تمہارا صاحب تو مالک مختار ہے۔ جب چاہے بلالے۔ اور جو چاہے سو کرے۔ اس کا پُرسان حال تو ہے ہی نہیں۔"

بہرہ: "ہاں فقط اتنی بات ہے۔ کہ جب وہ لڑکیاں آئیں تو بہت روئیں پیٹیں اور بڑے فیل مچائے۔ سب نے اُن کو بہت دلاسہ دیا مگر وہ باز نہ آئیں۔ اس واسطے صاحب نے اُن کو کوڑوں سے پیٹا۔ اور اس سبب سے مس بیوی ہمارے صاحب سے بہت ناراض ہوئی اور اُس نے اُن لڑکیوں کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اور صاحب کے پاس نہیں آنے دیتی۔"

جان عالم: "بھلا مس بیوی نہیں آنے دیتی۔ کیا تمہارا صاحب مس بیوی سے ڈرتا ہے۔"

بہرہ: "نہیں۔ مس تو صاحب کے ماتحت ہے۔ صرف اتنی بات ہے۔ کہ مس بہت خوبصورت ہے۔ اور خاص انگریزن ہے۔ اس واسطے صاحب اُس کا بہت لحاظ کرتا ہے۔ مگر ہم دکھلا دینگے کوئی دن جاتا ہے کہ یہ لڑکیاں صاحب کے کمرہ میں جا پہنچینگی۔"

جان عالم: "اوفو۔ بڑا غضب ہوگا۔ یار کیا تمہیں اپنے صاحب کی اِن باتوں پر افسوس نہیں آتا۔"

بہرہ: "کیوں نہیں۔ مجھے تو بڑا غصہ آتا ہے۔ مگر کیا کروں میں اُس کا نوکر ہوں۔ دوسرے یہ سب کمبخت کرانی ورانی ہیں۔ ہمکو کیا کوئی مسلمان تو ہے نہیں۔"

جان عالم: "خیر یار۔ یہ تو چوھڑے چمار ہوئے۔ مگر یہ جو لڑکیاں دہلی سے آئی ہیں۔ بڑی شریفوں کی اولاد ہیں۔ اِن کا خیال رکھنا۔ اور دیکھو مجھ کو بھی ضرور اطلاع کرنا۔"

بہرہ: "بھلا تم کو کیا پڑی۔"

جان عالم: "مرد خدا۔ میں اشراف کا بچہ ہوں۔ دوسرے وہ میرے وطن کی ہیں۔ اور تم بھی اشراف ہو اور ہموطن ہو۔ تمہارا جی چاہے گا۔ کہ کسی اشراف کی اور خصوصاً ہموطن کی عزت میں فرق آوے۔"

بہرہ: "توبہ۔ میں تو ایسے وقت پر جان دینے کو تیار ہوں۔"

جان عالم: "بس یہی حال میرا ہے۔ اور اسی واسطے میں نے تمکو کہا ہے۔"

بہرہ: "میں آپ کو ضرور خبر کروں گا۔ مگر میں ایک بات تم سے کہتا ہوں۔"

جان عالم: "ہاں فرماؤ۔ کیا بات ہے"

بہرہ: "تم باتیں تو بڑی اچھی اچھی نیک مسلمانوں کی سی کرتے ہو۔ مسلمان ہو جاؤ تو خوب ہے"

جان عالم: "ہاں بھئی تم سچ کہتے ہو۔ میں کرسٹان بن کر بہت پچھتاتا ہوں اور دل سے تو مسلمان ہوں۔ انشاء اللہ وہ بھی ایک دن جلد آئیگا کہ تم مجھکو مسلمان دیکھو گے"

یہ سن کر بہرہ بہت خوش ہوا۔ اور جان عالم نے اسکو روپیہ دیا تو اس نے لینے سے انکار کیا کہ تم سے میرا جی بہت خوش ہوا۔ اور میں تمہاری خدمت ثواب سمجھکر کروں گا۔ جان عالم نے زبردستی ایک روپیہ دیدیا۔ اور اس نے اقرار واثق کیا۔ کہ جب کبھی دہلی کی لڑکیوں کی ناموس حالت خطر میں ہوگی۔ ضرور جان عالم کو خبر دوں گا"

جان عالم کو شنبو آئے ہوئے ایک ہفتہ ہوگیا۔ اس عرصہ میں دو دفعہ پادری لونگ بیرڈ کی میم صاحب نے اسے بلایا۔ اور تین دفعہ مس بیوٹی نے بلایا۔ بہت محبت سے اس سے گفتگو کی اور نہایت خاطر سے پیش آئیں۔ مس بیوٹی نے تو لڑکیوں کو بھی پاس بیٹھا لیا۔ مگر مس کی شرم سے سوائے مزاج پرسی کے اور زیادہ گفتگو کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ مس صاحب کو صغرا کی عادتیں بہت ہی پسند تھیں۔ اور ویسا ہی انہوں نے جان عالم کو پایا۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ کسی طرح ان دونوں کی شادی ہو جاوے۔ اور اسیواسطے وہ جان عالم کو بلاتی تھی۔ کہ کسی طرح سے ان کا دل باہم مل جاوے۔ سبحان اللہ مس بیوٹی کیسی ایمان والی عورت تھی۔ اس کی طبیعت کیسی نرم۔ اور اس کا نفس کیسا پاک تھا۔ جب مس بیوٹی نے دیکھا کہ جان عالم اور صغرا شرم کے سبب سے کچھ بات چیت نہیں کرتے تو چوتھی مرتبہ جب جان عالم ملنے گیا۔ وہ کسی بہانہ سے کھسک گئی۔ بھگوان دتی تو اس راز سے خوب واقف تھی وہ بھی چلدی۔ اب کمرہ میں اکیلی صغرا اور جان عالم رہ گئے۔ کواڑ سب طرف سے بند تھے۔ اور ان پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ جب ایسا تنہائی کا موقعہ ہوا صغرا کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ اور اس نے شرم سے سر نیچا کر لیا +

جان عالم: "کہو پیاری صغرا۔ کیا تم مجھ سے ناراض ہو"

صغرا: "چپ"

جان عالم: "خدا کیواسطے سر تو اٹھاؤ۔ دیکھو تو سہی۔ میں نے کیا قصور کیا ہے"

صغرا:۔ "چپ۔ آنسو ٹپ ٹپ فرش پر گرے۔"

جان عالم:۔ "خدا رائمنہ سے تو بولو۔ میں نے تو یہ سب کچھ مصیبت تمہارے واسطے برداشت کی۔ ماں باپ چھوڑے۔ وطن چھوڑا۔ دوست آشنا چھوڑے! ورہائے افسوس صد افسوس اپنا دین اسلام چھوڑا۔"

صغرا:۔ چپ۔ اب آنسو بڑی کثرت سے زمین پر گرنے لگے۔"

جان عالم:۔ اگر مجھ سے تم ناراض ہو۔ تو میرا جینا بے سود ہے۔ میں ابھی اپنا گلا کاٹتا ہوں۔"

یہ کہکر جان عالم نے ایک بڑا سا چاقو نکالا۔ اور اس کا پھل کھول کر چاہتا تھا کہ اپنے گلے پر پھیرے۔ کہ صغرا اُس کے گلے سے چمٹ گئی۔ اور کہنے لگی۔ ہیں ہیں یہ کیا کرتے ہو۔ پہلے مجھے حلال کر دو۔"

جان عالم:۔ "ہائے ایسا دل کہاں سے لاؤں۔ تمہارے واسطے میں نے دین ایمان دولت دنیا۔ عیش و آرام۔ ماں باپ سب کچھ چھوڑا۔ اب تم ناراض ہو۔ تم مجھ کو چھوڑتی ہو۔ میرا جینا اب محال ہے۔ خدا کے واسطے مجھے اب چھوڑ دو۔ مجھے اب ایک ایک سانس ناگوار معلوم ہوتا ہے۔"

صغرا:۔ "پیارے مرزا۔ تم بڑے مورکھ ہو۔ تمہاری عقل کہاں گئی۔ بھلا میں تم سے ناراض ہوں۔ تم یہ کیا کہتے ہو۔ میرے جیسی بدبخت کے ایسے نصیب کہاں ہیں تو اپنی بدقسمتی پر روتی ہوں۔"

جان عالم:۔ "جلدی سے بولو کہ تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو۔ بس جلدی کہو کہ میرا دم گھٹا جاتا ہے۔"

صغرا:۔ "پیارے جان عالم۔ میں تمہاری لونڈی ہوں۔ میں تو حیران ہوں کہ تم نے اپنی لونڈی کو یاد رکھا۔ میں ہر طرح سے تمہاری تابعدار ہوں۔ مجھے تو پیارے مرزا تم سے شرم آتی تھی۔ کہ تم مجھے اس حال میں دیکھتے ہو۔ ہائے کیا کروں ظالموں نے میرے اوپر بڑا ظلم کیا ہے۔"

یہ کہکر صغرا خوب روئی۔ اور روتے روتے زمین پر گر پڑی اور ٹھنڈی ہو گئی جان عالم نے اُسے زمین پر سے اُٹھایا۔ اور چھاتی سے لگا کر اپنے گرم سینہ سے گرمی

پہنچائی۔ صغرا کو ہوش آیا تو بولا۔

جان عالم: "بس پیاری اب حوصلہ کرو۔ خدا نے مصیبت کے دن نکال دیئے ہیں ظالمون سے ظلم کا بدلہ لوں گا۔ اور دیکھو تمکو کسی طرح ڈنکے کی چوٹ لے جاتا ہوں۔ کیوں چلوگی یا نہیں"

صغرا: "پیارے مرزا۔ میرے ایسے نصیب کہاں۔ کہ تمہارے جیسا شیر مرد مجھے لینے آئے اور میں انکار کروں۔ میں تمہاری لونڈی ہوں۔ ہر وقت حکم بجا لانے کے لئے حاضر ہوں۔ ابھی چلو"

جان عالم: "اچھا پیاری۔ خدا تمکو خوش رکھے۔ اب مجھکو تسکین ہو گئی۔ اب میں بندوبست کروں گا۔ اور جب موقعہ ہوا۔ یہاں سے بھاگ چلیں گے"

صغرا: "اچھا پیارے مرزا۔ خدا تمہاری ہمت میں برکت دے۔ مگر یہ تو بتاؤ مجھ سے ہر روز کس طرح ملا کروگے۔ کہو ملوگے یا نہیں"

جان عالم: "کیوں نہیں۔ پیاری میرا تو جی چاہتا ہے۔ کہ تمہارے پاس سے ایک لمحہ جدا نہ ہوں۔ مگر کیا کروں۔ کچھ بس نہیں۔ اگر روز کھلم کھلا آیا کروں تو ایسا نہ ہو۔ لوگوں کو شبہ ہو۔ اور بلیک ڈوگ ہماری مزاحمت کرے۔ گو مس بیوٹی سے تو یہ امید نہیں"

صغرا: "نہیں مس بیوٹی سے تو یہ امید نہیں۔ مگر بلیک ڈوگ بڑا ناپاک آدمی ہے۔ اس نے ہمپر ابتدا ہی میں بہت سختی کی تھی۔ میں نے بہت لوگوں سے سنا ہے کہ اس کا رویہ اچھا نہیں۔ اور وہ ہم دونوں کو پھانسنا چاہتا ہے۔ بیشک کھلم کھلا بات چیت سے ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے درپے خرابی ہو جاوے"

جان عالم: "ہاں۔ میں نے تو تحقیق سنا ہے۔ کہ وہ کسی نہ کسی بہانے سے تمکو پھانسنا چاہتا ہے۔ اور بیشک میرا اس طرح یہاں آنا کوئی خرابی نہ پیدا کرے۔ اچھا پھر کیا کریں"

صغرا: "ہمارا دہلی والا ملنے کا طریقہ کیا برا ہے۔ ہمارا کمرہ سب سے علیحدہ ہے رات کو برانڈہ میں صرف میں اور بھگوان دئی ہوتی ہیں۔ مس صاحب اندر سوتی ہے۔ میں اپنے کمرہ کا دروازہ کھلا رکھوں گی۔ تم دوسری طرف سے آجایا کرو۔ بھگوان دئی میری

ہمراز ہے۔ کمرہ کے اندر بیٹھکر بات چیت کر لیا کرینگے۔ کیوں آؤ گے یا نہیں"

جان عالم: "آنکھوں سے آؤں گا۔ کیوں نہ آؤں گا۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ کس وقت جب موقعہ ملا۔ ضرور آؤں گا۔ آدھی رات ہو۔ یا پچھلا پہرہ"

صغرا: "میں دروازے کے پاس اپنی چارپائی بچھاؤں گی۔ اور اگر رات زیادہ ہو اور میں سو جاؤں تو ضرور مجھے جگا لیا کرنا۔ مگر دیکھو آنا ضرور"

جان عالم: "ہاں پیاری آؤں گا۔ ضرور آؤں گا۔ جان بیچدوں گا۔ اور ضرور آؤں گا"

صغرا: "ہاں دوسرے تیسرے مس صاحب سے بھی دن کو ملنے آیا کرنا۔ تاکہ لوگوں کو کچھ شبہ نہ ہو"

جان عالم: "ہاں میری پیاری ایسا ہی ہوگا۔ مس صاحب سے ملنا نہ چھوڑوں گا"

پندرہ منٹ کے عرصہ میں یہ سب باتیں ہوگئیں۔ آواز کی آہٹ ہوئی۔ دونوں سنبھلکر بیٹھ گئے۔ دروازہ کھلا۔ بھگوان دئی اندر آئی۔ جان عالم نے کہا کہ کیوں صاحب ہم سے خفا ہو جو چلی گئی تھیں۔ بھگوان دئی نے شرم سے سر جھکا لیا۔ اتنے میں مس بیوئی اندر آئیں اور کہنے لگیں۔ معاف کرنا مجھے کام تھا۔ اس واسطے چلی گئی۔ میں تم تینوں کو ایک جگہ بیٹھ محبت سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ بہت خوش ہوئی مرزا صاحب۔ جب تمکو فرصت ہو۔ روز آیا کرو۔

بھاگ جانے کی تدبیریں

جان عالم کی جب صغرا سے باتیں ہوگئیں۔ اور اُس کا عندیہ جان عالم کو معلوم ہو گیا اور یہ بھی پتہ لگ گیا کہ وہ اب تک بالکل محفوظ ہے۔ اور اُس سے ویسی ہی محبت رکھتی ہے جیسی کہ پہلے۔ اور بھاگ جانے کے واسطے تیار ہے۔ تو اس نے اب احاطہ مشن سے اُڑ جانے کی تدبیریں سوچنی شروع کیں۔ افسوس یہ ہے کہ یہاں نہ کوئی اُس کا ہمدرد تھا نہ کوئی رفیق۔ نہ محب۔ نہ کوئی شفیق۔ چار طرف دشمن ہی دشمن نظر آتے تھے۔ دوست سمجھو۔ ہمدرد گنو۔ شفیق جانو۔ جو کچھ تھی ایک صغرا تھی۔ سو اُس کے واسطے یہ سب کچھ محنت اور تکلیف اور ناموس

برداشت کی تھی۔ اس سے کھلم کھلا ملنا محال تھا۔ فقط بیچارہ جان عالم مریض عشق تھا اپنے دل سے مصلحتیں کرتا۔ اور خود ہی قلعہ بناتا اور بگاڑتا۔ کبھی کہتا کہ رات کو بھاگ چلیں۔ ریل پر سوار ہو کر چلدیں۔ پھر کہتا کہ ریل پر پادریوں کے واقف بہت سے آدمی ہیں۔ کہتا کہ شہر میں جا چھپیں۔ مگر جائیں تو کہاں جائیں۔ ایسا نہو پھر عیسائی پکڑ لیں۔ اور ہم دونوں کی بے عزتی کریں۔ اور محبوبہ کو مجھ سے جدا کر دیں۔ اِس سوچ بچار میں وہ ایسا پڑا کہ دو وقت تک اُس نے کھانا نہیں کھایا۔ اور اُس رات بلیک ڈوگ کے پاس بھی نہیں گیا۔ ہر چند بلیک ڈوگ نے بلایا۔ مگر اُس نے کہدیا کہ میرے سر میں درد ہے۔ دوسرے دن صبح کو بلیک ڈوگ نے اپنا بہرہ بھیجا کہ ہماری طرف سے جان عالم کی مزاج پرسی کر آؤ۔ چنانچہ صبح کے وقت جبکہ سب بچے مدرسہ پڑھنے چلے گئے۔ بلیک ڈوگ کا بہرہ آیا +

بہرہ: "کیوں مرزا صاحب طبیعت کیسی ہے۔ صاحب مزاج پوچھتے ہیں"

جان عالم: "شکر ہے۔ اچھا ہوں۔ صاحب سے میرا آداب عرض کرنا"

بہرہ: "صاحب سے تو سلام کہدو گا۔ مگر آج آپ بہت سست معلوم ہوتے ہو۔ خیر تو ہے"

جان عالم: "خیر ہے۔ کچھ طبیعت اداس ہے"

بہرہ: "ماں باپ یاد آتے ہیں۔ وطن کا دھیان آتا ہے"

جان عالم: "نہیں۔ کچھ یونہی خود بخود دل اداس ہو گیا ہے"

بہرہ: "نہیں کچھ نہ کچھ تو بات ہے۔ یونہی تو نہیں"

جان عالم: "یار تم تو یونہی ہندی کی چندی پوچھتے ہو۔ بات کیا ہے۔ آدمی ہے۔ طبیعت ہی تو ہے"

بہرہ: "چلو اگر طبیعت بہلانی چاہو تو گاؤں کی سیر کرا لاؤں"

جان عالم: "بھلا یہ شہر کتنا بڑا ہے۔ کون کون سی چیزیں دیکھنے کے لائق ہیں"

بہرہ: "شہر تو اتنا بڑا ہے کہ دہلی سے چوگنا۔ اور دیکھنے کے لائق میرا محلسرائے ہے"

جان عالم: "بھئی تمہاری لطیفہ بازی کہیں نہیں جاتی"

بہرہ: "بھلا مرزا صاحب۔ آپ غضب کرتے ہیں "شہر اور کتنا بڑا"۔ ایک اچھا گاؤں ہے

دو چار ہزار گھر ہوں گے۔ غریب لوگ بہت سے رہتے ہیں۔ دو چار گھر آسودہ لوگوں کے ہیں۔"

جان عالم: "پھر کیا دیکھیں گے۔"

بہرہ: "دیکھنا کیا۔ ذرا چل پھر آویں گے۔"

جان عالم: "اچھا بھئی چلو تمہارے محلسرا سے ہی دیکھیں گے۔ تم کہاں رہتے ہوں۔"

بہرہ: "ایک ڈاکٹر صاحب ہیں مرزا انور علی بیگ اُن کے زیر سایہ رہتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب بڑے امیر آدمی ہیں۔ بہت ہی غریب پرور۔ اُن کی حویلی کے پاس کئی چھوٹے چھوٹے مکان اُنہی کے ہیں۔ اُنہوں نے ایک مکان مجھ کو بلا کرایہ دے رکھا ہے۔ وہاں رہتا ہوں۔"

جان عالم: "بھلا ڈاکٹر صاحب بڑے فیاض آدمی ہیں۔ کہیں نوکر تھے؟"

بہرہ: "ہاں سُنا ہے فوج میں ڈاکٹر تھے۔ اب تو پنشن پاتے ہیں۔ مکان۔ حویلیاں دکانیں گاؤں۔ سب کچھ رکھتے ہیں۔"

جان عالم: "تم سے بڑا سلوک کرتے ہیں۔ بڑے اچھے آدمی ہیں۔"

بہرہ: "ہاں صاحب۔ خدا اُن کو خوش رکھے۔ ہمارے تو بڑے مربی ہیں۔ چلو نا آپ کی اُن سے ملاقات کروائیں گے۔"

جان عالم: "ہاں بھئی اُن سے تو ضرور ملاقات کروانا۔ لو چلو پھر چلیئے۔"

بہرہ: "صاحب سے تو پوچھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ خفا ہو۔"

جان عالم: "اوفو۔ یوں نہیں چل سکتے۔"

بہرہ: "نہیں۔ بغیر صاحب کے حکم کے اس احاطہ سے باہر جانا بالکل منع ہے۔ اور پھر میں تو نوکر ٹھہرا۔ میں تو جا ہی نہیں سکتا۔"

جان عالم: "اچھا بھئی جاؤ۔ تو پھر ہماری طرف سے تم ہی پوچھ لینا۔"

بہرہ بلیک ڈوگ کے پاس گیا۔ اور اُس سے کہا کہ آج مرزا کچھ سُست ہے۔ کہتا ہے کہ گاؤں کی سیر کرا دو۔"

بلیک ڈوگ: "دل بہرہ۔ ضرور مرزا کو ساتھ لیجاؤ۔ خوب گانوں کی سیر کراؤ۔ دیکھو اُسے کہیں اکیلا نہ چھوڑنا۔ اور جب اُس کا دل سیر سے بھر جاوے۔ تو اپنے ہمراہ واپس لانا دل دیکھو خوب خبر رکھنا۔"

بہرہ: "بہت اچھا حضور۔"

بہرہ جان عالم کو ساتھ لے گاؤں میں پہنچا۔ گاؤں کی گلیاں۔ دکانیں۔ بازار سب کچھ دکھایا۔ پھر اپنے گھر لے گیا۔ یہاں ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کروائی۔ خدا خیر جان عالم کی آنکھوں میں کچھ جادو تھا۔ کہ جس سے ایک دفعہ دوچار ہو جاتا۔ اس پر فدا ہو جاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب تو دیکھکر لٹو ہو گئے۔"

جان عالم: "سلام علیکم۔"

ڈاکٹر صاحب: "وعلیکم السلام۔ آؤ میاں صاحبزادے آگے آؤ۔ یہاں میرے پاس آن کر بیٹھ جاؤ۔"

جان عالم آگے بڑھکر تسلیم کر ادب سے دو زانو بیٹھ گیا۔"

بہرہ: "حضور۔ یہ وہی مرزا صاحب ہیں جن کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔"

ڈاکٹر صاحب: "اچھا یہ وہی صاحب ہیں۔ لباس سے تو مجھے شک ہوا تھا۔ پھر احاطہ سے کسطرح نکلے۔"

بہرہ: "آج کچھ طبیعت اوداس تھی۔ سیر کے واسطے آئے تھے۔"

ڈاکٹر صاحب: "بیٹا۔ تمہاری باتیں سنکر بہت جی خوش ہوتا تھا۔ کہ تم بڑے ایمان والے بچے ہو۔ اور ایک طرح کا افسوس بھی تھا۔ کہ اس لیاقت کے باوجود تم عیسائی ہو گئے۔"

جان عالم: "ہاں حضور۔ یہ بھی کچھ خدا کی حکمت ہے۔ میں تو اپنے تئیں مسلمان جانتا ہوں۔"

ڈاکٹر: "الحمد للہ۔ پھر کھلم کھلا مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ کیا تمکو کسی کا ڈر ہے۔ تم تو ماشاء اللہ جوان ہو بالغ۔"

جان عالم: "انشاء اللہ۔ وہ ایک وقت جلدی آئیگا۔"

ڈاکٹر صاحب تھے بڑے گھاگ سمجھ گئے کہ لڑکے کی طبیعت اپنے اصلی ایمان اسلام کی طرف خوب راغب ہے۔ ضرور ایک نہ ایک دن انشاء اللہ مسلمان ہو جائیگا۔ زیادہ سر ہونا نہیں چاہیئے بچپن کی طبیعت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی بات پر ضد میں آجاوے اور پھر کام بگڑ جاوے۔ اگر کسی طرح میرے پاس اس کا آنا جانا ہو جاوے ایک دو دفعہ میں مسلمان بنا ہوا لو۔

ڈاکٹر صاحب: "صاحبزادہ آج آپ کے دیکھنے سے مجھکو بڑی خوشی ہوئی۔ کبھی فرصت ہو تو ضرور میرے پاس تشریف لایا کرو۔"

جان عالم: "بڑی شفقت ہے۔ جناب کو فرصت کس وقت ہوتی ہے۔"

ڈاکٹر صاحب: "بیٹا۔ مجھے ہر وقت فرصت ہے۔ کوئی نوکری چاکری پر تو جانا پڑتا ہی نہیں۔ سارا دن بیکار رہتا ہوں۔ یہی گاؤں کے دو چار مریض آ گئے۔ اُن کو دیکھ لیا۔ کبھی دوسرے تیسرے مہینے گانو میں جاتا ہوں۔ سو وہ بھی یہاں سے نزدیک ہے۔ صبح کو گیا شام کو آیا۔ بہت ہوا۔ تو رات رہ گیا صبح کو چلا آیا۔"

جان عالم: "جناب کی بزرگانہ شفقت کا میں بہت ممنون ہوں۔ جب موقعہ ہوا جناب کا نیاز حاصل کرنا میرے واسطے عین سعادت ہوگا۔"

ڈاکٹر صاحب: "میاں سردار۔ دیکھو جب آپ فرمادیں ضرور آپ کو ہمارے پاس لانا۔ ہمکو ان پر بہت ہی محبت آتی ہے۔"

بہرہ: "بہت اچھا حضور۔ میں تو جانو آپ ان کو یہیں اپنے پاس رکھئے۔ میں کہدوں گا کہ کہیں بھاگ گئے۔ میری بہت ہوگا نوکری چلی جائے گی۔ بلا سے۔ رزق دینے والا تو خدا ہے۔ ثواب کس قدر حاصل ہوگا۔"

جان عالم: "نہیں بہرہ اس وقت مناسب نہیں۔ پھر جب موقعہ ہوگا میں خود آجاؤنگا تمکو نہیں پھنساؤں گا۔"

ڈاکٹر صاحب یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے:۔

ڈاکٹر صاحب: "بیٹا یہ تمہارا گھر ہے۔ چاہے جس وقت آؤ۔ دن کو رات کو۔ آدھی رات کو پچھلے پہر۔ میرے نوکر ہالی موالی۔ سب تمہارے تابعدار ہیں۔ اگر ایک دفعہ تم اپنی خوشی سے آجاؤ تو اول تو عیسائیوں کے دادا کو بھی تمہاری خبر نہ ہو۔ اور جو خبر بھی ہو جائے تو اُن کی ایسی تیسی۔ جو تمہیں ہاتھ لگا سکیں۔"

یہ بات سُن کر جان عالم بہت خوش ہوا۔ وہ تو خدا سے ایسے آدمی کے لئے دُعا کرتا تھا جو اُسکو اس طرح پناہ دے سکے۔ ڈاکٹر صاحب سے اس طرح ملاقات کا ہونا اور اُن کا اس طرح سے فرمانا اُسکو ایک تائید غیبی معلوم ہوا۔"

جان عالم: "جناب ہاں میں عیسائی بن کر بہت پچھتایا۔ اب مجھ کو اُمید ہے کہ

جناب کی وساطت سے میری نجات ہو جاوے گی۔"

ڈاکٹر صاحب: "خیر جو کچھ ہونا تھا سو ہوا۔ شرک سے جہاں تک ہو سکے جلدی نکلنا چاہیئے تم نہیں جانتے خدا واحد ہے۔ مگر عیسائی تین خدا کہتے ہیں۔ بس اسی کا نام تو شرک ہے۔"

جان عالم: "جناب خدا سے دعا کریئے گا کہ جلدی میرا چھٹکارا ہو۔"

ڈاکٹر صاحب: "آمین۔ بھئی سردار۔ تم جہاں تک ہو سکے۔ اِن کو مدد دینا تمکو بہت ثواب ہو گا۔"

بہرہ: "حضور میں تو دل و جان سے حاضر ہوں۔ چاہے ابھی رکھ لیجئے۔"

ڈاکٹر صاحب: "نہیں اس وقت تو وہ کہتے ہیں نا کہ موقع نہیں۔"

بہرہ: "پھر جب موقعہ ہو جب۔ میری طرف سے کوتاہی ہرگز نہ ہو گی۔"

سبحان اللہ۔ سچے عاشق کو غیب سے مدد ملتی ہے۔ جس بات کی جان عالم کو اسقدر فکر تھی وہ کیا آسانی سے خدا نے اُسے بخش دی۔ ڈاکٹر سے ملکر جانعالم کو بہت خوشی ہوئی۔ اور اُس نے سوچا کہ اب کسی دن موقعہ پاکر اپنی صغرا کو ساتھ لے ڈاکٹر صاحب کے ہاں جا چھپوں۔ پس اس وقت سے اُسکو ایک عجیب قسم کا اطمینان ہو گیا۔ چہرہ پر طراوت اور شگفتگی آگئی۔ جب سیر سے واپس آیا تو وہ بہت خوش تھا۔ آج اُس نے کھانا بھی خوب اچھی طرح سے کھایا۔ عیسائیوں کو جو اُسکو اداس دیکھکر کچھ کھٹکا ہوا تھا۔ اب خوش دیکھکر بالکل جاتا رہا۔"

گریال میں غلہ

جانعالم کو اب اپنی پناہ کی جگہ تو معلوم ہو گئی۔ اور جس بات کا بڑا تردد تھا خدا نے غیب سے اُسے بخشدی۔ اب وہ اس فکر میں ہوا کہ کس طرح اپنی جان کو لے اُڑے مدرسے تو اُس نے جانا شروع کر دیا تھا۔ لیکن ابھی کچھ پڑھائی کی طرف راغب نہیں ہوا پادری اور اُستاد سب اُس کا لحاظ کرتے تھے۔ پادری صاحب کی میم میں بیوٹی اور بلیک ڈوگ کو اُس سے بہت محبت تھی۔ اب اُس نے اس خیال سے کہ کسی کے دل میں اُس کی طرف سے دغدغہ نہ رہے۔ اپنی پڑھائی بھی شروع

کردی۔ آدمی تھا بڑا ذہین۔ دو دن میں سب اُستادوں کو اپنا ثنا خواں بنا لیا۔ دو دن ہو گئے صغرا سے اقرار کر آیا تھا کہ رات کو آن کر ملا کروں گا۔ وہ بیچاری ساری رات راستہ دیکھتی رہتی تھی۔ مگر یہ اپنی تدابیر میں ایسا غرق ہوا۔ اور ایسا سر درد کا بہانہ کر کے پڑا کہ اپنی جان صغرا سے بھی نہ مل سکا۔ اِدھر تو یہ اپنی تدبیروں میں لگا ہوا تھا۔ اُس طرف صغرا کو یہ خیال ہوا کہ شاید جان عالم مجھ سے ناراض ہو گیا۔ اور اُس نے میرا خیال چھوڑ دیا کہ باوجود اس قدر اقرار مدار کے دو دن ہو گئے شکل بھی نہ دکھائی۔ وہ کہتی تھی۔ ہاں مردوں کی محبت کا اعتبار۔ یہ گھڑی میں کچھ ہوتے ہیں۔ اور گھڑی میں کچھ ہائے میری قسمت۔ مجھے موت کیوں نہیں آجاتی۔ یا اللہ۔ میں کیا کروں۔ کیونکر جان عالم کے دل میں اپنا دل ڈالوں۔ میں تو اُس کی محبت میں غرق ہوں۔ اُس کے حکم کی تابع ہوں۔ کون سی ایسی بات ہو گئی جو وہ مجھ سے ناراض ہو گئے۔ کیوں خفا ہو گئے۔ میں نے تو کوئی قصور نہیں کیا۔ خدایا تو واحد شاہد ہے۔ میں تو ابتک اُنہی کے نام پر جیتی ہوں۔ نہیں نہیں میں جانتی ہوں وہ مجھ سے ناخوش نہ ہوں گے۔ اچھا جو خفا نہیں تو پھر باوجود اِس قدر تاکید اور قول اقرار کے کیوں نہیں آئے کیوں نہیں آئے کیوں نہیں۔ (ہاتھ پھر سر پر رکھکر) ہائے میری بھونڈی قسمت۔ نہیں میں خوب جانتی ہوں۔ وہ مجھ سے ناراض نہیں۔ ضرور کوئی سبب ہوگا۔ او کمبخت شیطان تو مجھکو دھوکا نہ دے۔ میرا پیارا جان عالم مجھ سے خفا ہونیوالا نہیں۔ ضرور کچھ سبب ہوگا۔ خداوندا ایسا ہی کریو۔ ہیں کہیں۔ ہماری اُس دن کی بات چیت کا حال اُس کمبخت بلیک کو تو نہیں معلوم ہو گیا۔ اللہ۔ ایسا تو نہ کریو۔ پھر تو ملنا محال ہو جائیگا۔ اچھا مرضی مولے۔ یہ کس طرح معلوم کروں۔ خود جان عالم سے ملنے جاؤں۔ یہاں تو اس بات کی ممانعت نہیں۔ نہ اس بات کا اِن کرسٹانوں میں کچھ بچار مگر میرے جانے سے کسی کو شک نہ ہو۔ ہاں میرا پیارا نہ مجھ سے خفا ہو جاوے۔ اچھا ایک دو دن اور دیکھتی ہوں۔ اگر یہی بات ہوئی تو اپنا گلا گھونٹ کر مر جاؤں گی"

عاشق معشوق کے دل برتی مورچہ کی تار ہوتے ہیں۔ ایک پر ہاتھ رکھو دوسرا ضرور کھڑکتا ہے۔ یہ کب ممکن ہے کہ ایک دل میں کچھ باتیں ہلیں اور دوسرے کو اس کا خیال نہ اوے۔ جو باتیں صغرا کے دل میں تھیں وہی خیالات جان عالم کے دل میں

پیدا ہوئے تھے کہ اِس قدر پکا وعدہ کر کے دو روز ہو گئے ہیں نہیں گیا۔ صغرا بیگم یوں کہتی ہوگی اور دُوں کہتی ہوگی۔ خیر آج مِس بیوٹی سے ملنے جاؤں گا۔ ممکن ہوا تو اُن سے معافی مانگوں گا۔ اور سب حال ذکر کروں گا۔ ورنہ خیر جو موقعہ نہ ملا تو رات کو آج ضرور ہی ملوں گا۔"

سہ پہر کو جان عالم مِس بیوٹی سے ملنے گیا۔ مِس صاحب اُسکو دیکھکر بہت خوش ہوئیں اور مزاج پُرسی وغیرہ کے بعد کہنے لگیں۔ کہ اب تو آپ کا دل لگ گیا ہے۔ بڑی عمدہ بات ہے۔ آپ کے ماسٹر لوگ آپ کی شرافت اور لیاقت کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ جان عالم نے کہا کہ یہ سب آپ کا اور اُن صاحبان کا حُسن ظن ہے۔ میں تو کسی لایق نہیں۔ لیکن آپ لوگوں کی محبت نے مجھ کو حلقہ بگوش بنا لیا ہے۔ اور اب دعا ہے کہ تا زیست آپ کے زیر سایہ رہوں۔"

مِس بیوٹی اُسکی باتوں سے بہت خوش ہوئی۔ اور اُسکی دونو نوجوان دوستوں کو اُس کے پاس چھوڑ اس کمرہ سے کھسک گئی۔ اوّل صغرا کی اور پھر بھگوان دئی کی مزاج پُرسی کی۔ دونوں نے شرما کر معمولی جواب دیئے۔ لیکن صغرا کی آواز میں کچھ بہت ہی غم بھرا ہوا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گریہ سے پُر بیٹھی ہوئی اور چھیڑنے کی دیر ہے۔ اور اُس کے پھوٹ پڑنے میں کچھ دیر نہیں۔ یہ کب ممکن تھا کہ جان عالم کو اِس بات سے خبر نہ ہو۔ جو کچھ اُس کے دل میں تھا کہ فرار کر کے نہ جانے کے سبب صغرا بہت ناراض ہوگی۔ اب اُسکو یقین ہو گیا۔ مگر چونکہ بھگوان دئی موجود تھی اسواسطے دونوں کی زبان بند تھی۔ وہ کون سی بات تھی۔ جو صغرا پر گزرے اور بھگوان دئی کو اُس کا احوال معلوم نہ ہو۔ وہ بھی یہ سمجھکر کہ میری شرم کے مارے یہ ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے۔ اِدھر اُدھر ہو گئی۔ اب موقعہ دیکھکر جان عالم نے صغرا سے پوچھا۔ کیوں صاحب آج آپ کیا کچھ خفا ہیں۔ اس کا اسقدر کہنا تھا کہ صغرا تو پھوٹ پڑی۔ ایسی روئی ایسی روئی کہ تھمنے میں ہی نہیں آتی تھی۔ جوں جوں جان عالم اُسے پچکارتا۔ رونے سے منع کرتا وہ اَور اَور روتی۔ بقول شخصے ع

روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں رُلائے کیوں

جان عالم: "خدارا اب تو بس کرو۔ جو مِس صاحب آجاویگی یا بھگوان دئی

دیکھ لیگی۔ تو سب ہمارا راز فاش ہو جاویگا۔ اور میری کی کرائی محنت برباد ہو جاوے گی"

صغرا:۔ "(ہچکیاں لیکر) پہلے تم یہ بتاؤ۔ کہ تم مجھ سے خفا کیوں ہو گئے۔ (پھر رونے لگی)"

جان عالم:۔ "پیاری بس کرو۔ کون بے ایمان تم سے خفا ہوا ہے۔ بس بھی کرو میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دیکھو میرا دل اُمنڈا آتا ہے۔ جو میں بھی رونے لگا۔ تو بس آج ہی راز فاش ہو جاویگا"

صغرا:۔ "(سرد آہیں بھر کر) نہیں نہیں تم سچ سچ بتاؤ۔ تم نے میری کیا خطا دیکھی۔ جو خفا ہو گئے"

جان عالم:۔ "ہیں۔ پیاری تم کیا کہتی ہو۔ تم اور خطا۔ میں اور خفا۔ یہ تمہارا خیال کس طرف ہے"

صغرا:۔ "(پھر رو کر) میں ہرگز نہ مانوں گی تم ضرور مجھ سے خفا ہو۔ اور سچ سچ بتاؤ سبب کیا ہے۔ میری کون سی ایسی بات دیکھی۔ دیکھو سچ کہدو۔ نہیں تو پیٹ پھاڑ کر ابھی مرتی ہوں"

جان عالم:۔ "لاحول ولا قوۃ۔ میں عرض تو کر رہا ہوں۔ کہ میں تم سے ہرگز خفا نہیں ہوا۔ میں نے تمہاری خطا ہرگز نہیں دیکھی۔ خدا کے لئے۔ پیاری رونا بند کرو۔ کیا غضب کرتی ہو"

صغرا:۔ "کیوں مجھے دم دیتے ہو۔ جو خفا نہیں تھے۔ تو اس قدر قول قرار کرنے کے بعد کیوں نہیں آئے"

یہ کہکر صغرا بڑے زور سے رو دی اور جان عالم حیران ہو گیا کہ کیا علاج کرے۔ صغرا کا روتا دیکھ کر خود اُس کا کلیجہ شق ہوا جاتا تھا۔ مگر تھا مرد تحمل۔ اپنے تئیں سنبھالے ہوئے تھا۔ بہتیری قسمیں کھاتا۔ بہتیرا سر مارتا۔ مگر صغرا کے دل میں کچھ یہی نہ نشین ہو گیا تھا کہ جان عالم خفا ہو گیا ہے۔ آخر جان عالم نے اِدھر اُدھر دیکھ جھٹ صغرا کو اپنی چھاتی سے لگایا۔ اور بڑی محبت سے اُس کی پیشانی پر ایک بوسہ دیکر کہا۔ پیاری سُن تو لو۔ کہ میں کیوں نہیں آیا۔ پیچھے ہی مجھے ملامت کرنا۔ میں اسی تدبیر میں لگا ہوا تھا۔ اور سب کام مرضی کے موافق بنا دیئے ہیں۔ بس یہاں سے نکلنے میں ہمکو اب کچھ دقت نہ ہوگی۔ خدا معلوم جان عالم کا سینہ کن عجائبات کا گنجینہ تھا

کہ دو روز کا ذکر ہے جب اُس نے اپنے سینہ سے لگا کر صغرا کو گرمائی پہنچائی تھی۔ اور آج اُسے سینہ سے لگا کر اُس کے غم و غصہ کو ٹھنڈا کیا۔ یہ سُن کر کہ سب کام موافق مرضی کے درست ہو گئے ہیں۔ اور اسی تردّد میں جان عالم کا اُس کے پاس آنا نہوا۔ صغرا کو کسی قدر تسکین ہوئی۔ اور بڑی پژمردہ آواز سے بولی "

صغرا: "اچھا تو پھر مجھے سُناؤ نا۔ کیا بندوبست کیا ہے۔ میں نے سُنا ہے۔ کل تم شہر بھی گئے تھے "

جان عالم: "ہاں میری جان۔ اب تم راہ راست پر آئیں۔ اس طرح پوچھا ہوتا۔ ہاں کل گاؤں گیا تھا۔ اور وہیں سے بندوبست کر کے آیا ہوں "

صغرا: "کونسی گانوں گئے تھے "

جان عالم: "یہ شنبو۔ جہاں تم بیٹھے ہو۔ گانو ہی تو ہے "

صغرا: "بھلا گانوں ہے۔ اچھا تو پھر کیا بندوبست کیا "

جان عالم: "بس کر لیا ہے۔ تم ہر وقت بھاگ چلنے کے واسطے تیار رہنا "

صغرا: "میں تو ہر وقت اُڑ چلنے کو تیار بیٹھی ہوں۔ لیکن تم وہ بات بھی بتاؤ۔ ہوں ہوں ہوں (ناز سے) "

جان عالم: "میری پیاری۔ اس وقت اُس کا ذکر کرنا نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن سونے کے وقت سب بتا دوں گا "

صغرا: "(نہایت نزاکت اور لطافت سے آزادہ ہو کر) ہاں ہاں یوں ہی مجھکو دم دیتے ہو۔ سچی بات ہوتی تو بتانہ دیتے۔ سونے کا وقت اب کون سا ملیگا۔ آج دو تین روز کے بعد شکل دکھائی۔ پھر آٹھ دس روز بعد شکل دکھاؤ گے "

جان عالم: "لاحول ولا قوۃ۔ تم جھوٹ جانتی ہو۔ بالکل سچ ہے۔ دیکھو ہر وقت تیار رہنا کبھی جھوٹ کے بھلاوے بے خبر نہ رہو "

صغرا: "میں تو ہر وقت تیار ہوں۔ مگر تمکو سونے کس وقت ہو گا "

جان عالم: "اب انشاء اللہ ہر روز رات کو ملا کروں گا "

صغرا: "سچ کہتے ہو سچ۔ تمہیں میری جان کی قسم "

جان عالم: "پیاری کی جان کی قسم۔ بالکل سچ "

صغرا: "پھر آج ضرور آؤ گے"

جان عالم: "خدا نے چاہا۔ تو ضرور"

صغرا: "دیکھو جو نہ آؤ تو ہمیں کو کھاؤ (بسد کرو)"

جان عالم: "کیوں مجھے جلاتی ہو۔ میں کوئی دیو تھوڑا ہوں"

صغرا: "نہیں میں نے کہدیا ہے جو آج تم نہ آئے۔ تو اپنا پیٹ پھاڑ لوں گی۔ دیکھو یہ چھری میرے پاس موجود ہے"

جان عالم: "اپنی جوانی سے نامراد جاؤں جو نہ آؤں۔ مگر خدا کیلئے یہ چھری مجھے دیدو"

صغرا: "دیکھو۔ میں تم سے کہدیتی ہوں میرے سامنے اپنے تئیں نہ کوسنا"

جان عالم: "اچھا پیاری اب نہیں کوسنے لگا۔ لاؤ چھری تو دیدو"

صغرا: "چھری چھری تو جب ملیگی۔ جب اس احاطہ سے باہر نکل جاؤں گی" صغرا اپنی بات ختم بھی نہ کرنے پائی تھی کہ اندر کے کمرہ میں کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ دونوں عاشق معشوق الگ الگ ہو کر بیٹھ گئے مس بیوٹی اندر سے نکلیں اور ایک معشوقانہ انداز سے کمر لچکا کر بولیں "دل مرزا صاحب ہمکو ایک ضروری چٹھی لکھنی تھی۔ اس واسطے ہمکو دیر ہو گئی۔ ہم بہت خوش ہیں کہ مس صغرا سے تمکو محبت ہے۔ وہ تمہارے پاس بیٹھی رہیں"

جان عالم: "حضور۔ یہ سب آپ کی محبت کا اثر ہے۔ یہ دونوں صاحب میرے حال پر بہت کرم کرتی ہیں۔ مس بھگوان دئی بھی ابھی یہیں تھیں۔ یہ سب آپ کی پرورش ہے"

اتنے میں بھگوان دئی بھی اندر آگئی۔ مس بیوٹی کا تو یہ خیال تھا کہ کسی طرح صغرا اور جان عالم میں محبت پیدا ہو جاوے۔ اُس کو یہ خبر بالکل نہ تھی کہ اُن میں ازلی محبت ہے۔ اور وہ محبت ہے کہ جان عالم کو یہاں کھینچکر لائی تھی۔ اسی واسطے مس بیوٹی اُن کو تنہا چھوڑ کر چلی جاتی تھی۔ مگر بھگوان دئی تو صغرا کے رازدں سے خوب واقف تھی جان بوجھکر ٹل جایا کرتی تھی۔ اب جو اُس نے مس بیوٹی کے بولنے کی آواز سُنی۔ اندر آکر بیٹھ گئی جان عالم تھا بڑا ہوشیار اور کیوں نہ ہوتا۔ معاملات نے اُسے ہوشیار بنا دیا تھا۔ پانچ چار منٹ تک مس بیوٹی سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا۔ اور آخر گڈ بائی کر چلتا ہوا۔ چلتے وقت اُس نے تینوں سے ہاتھ ملائے جس وقت مس صغرا

نے ہاتھ ملایا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ اور ہاتھ کو اس طرح دبایا کہ گویا یاد دلاتی ہے کہ اپنا قول یاد رکھنا۔ جان عالم نے ویسا ہی ہاتھ سے کیا۔ کہ ہاں مجھکو یاد ہے۔ اب جان عالم بہت خوش ہوا اور رات کے آنے کی خوشی منا رہا تھا۔ آخر بعد انتظار بسیار کے شام ہوئی۔ جانعالم سٹر بلیک ڈوگ کے پاس گیا۔ اور رات کے دس بجے تک وہاں آگ رنگ کا تماشا دیکھتا رہا۔ دس بجے کے قریب سب بچے وہاں سے اپنے اپنے پلنگوں پر جا لیٹے اور جن کو وہاں رہنا تھا بلیک ڈوگ کے اِدھر اُدھر پڑ گئے۔ جانعالم بھی اپنے پلنگ پر بالکل خاموش آنکھیں بند کر کے لیٹ رہا گویا بالکل غافل سو رہا ہے۔ شنبو مشن کا احاطہ بہت بڑا ہے۔ بیچ میں بورڈنگ ہے۔ جس میں مشرق کی جانب لڑکوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ اور مغرب کی جانب لڑکیوں کی۔ دونوں کے بیچ میں ایک بہت لمبی دیوار حائل ہے۔ جس میں کئی دروازے ہیں۔ لیکن سب مقفل۔ جس سے دونوں بورڈنگ اگرچہ ایک احاطہ میں ہیں لیکن ایک دوسرے سے بالکل الگ ہو گئے ہیں۔ بورڈنگ کے جانب شمال لڑکوں کا مدرسہ ہے اور جانب جنوب لڑکیوں کا۔ لڑکوں کے مدرسہ اور بورڈنگ کے درمیان ایک چھوٹی سی خوب صورت کوٹھی ہے۔ اُس میں بلیک ڈوگ رہتا ہے۔ اور لڑکیوں کے مدرسہ اور بورڈنگ کے درمیان ویسی ایک اور مختصر سی کوٹھی ہے۔ اُس میں مس بیوٹی رہتی ہے۔ اور وہیں ہمارے قصہ کی جان صغرا بیگم رہتی ہیں۔

جان عالم کو خاموش پڑے ایک گھنٹہ ہو گیا۔ بعض لڑکوں نے اُس سے باتیں بھی کرنی چاہیں۔ مگر اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ لڑکوں نے یہ سمجھا کہ جان عالم سو گیا۔ پھر کسی نے اُس سے بات نہ کی۔ مگر جان عالم کے پاس نیند پھٹکی بھی نہیں۔ کئی دفعہ اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور بعض لڑکوں کو جاگتا دیکھکر پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اس طرح بیچارہ مبتلائے عشق تقریباً دو گھنٹہ خاموش پڑا رہا۔ بورڈنگ کے گھنٹہ نے ٹن ٹن بارہ بجائے اور ہمارا عاشق انگڑائی لیکر کھڑا ہو گیا۔ ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی تھی۔ چھوٹے بڑے اچھے بُرے نوکر چاکر پنکھے والی چوکیدار سب سو گئے۔ جان عالم چپکے سے اُٹھا۔ اور بورڈنگ کے چبوترہ سے لگا لگا مس بیوٹی کی کوٹھی کی طرف چلا۔ اور جب بورڈنگ سے اوٹ میں ہو گیا تو جھپٹا بھر برانڈے میں جہاں مس صغرا نے اپنا پتہ بتایا تھا جا پہنچا۔ اور اس خیال سے

کہ مخل نہ ہو۔ آہستہ سے جھانک کر دیکھا معلوم ہوا کہ صرف دو پلنگ بچھے ہیں۔ ایک پر مس صغرا ہے اور دوسرے پر بھگوان دئی۔ مس صغرا کا پلنگ بالکل دروازے کے پاس ہے۔ دبے پاؤں آگے بڑھا۔ اور صغرا کو ہاتھ لگایا۔ ہاتھ لگاتے ہی وہ اُٹھ بیٹھی وہ خود تین گھنٹے سے مُنہ ڈھانپے جان عالم کی انتظار میں پڑی پڑی خبر نہیں کیا کیا سوچ رہی تھی۔ فوراً دونوں کمرے کے اندر گھس گئے۔ اور دو کرسیوں پر پاس پاس بیٹھ گئے۔ کمرہ کے اندر بہت گرمی تھی۔ مگر اُن کو گرمی کی بالکل پرواہ نہ تھی۔ صغرا نے پہلے ہی دو پنکھے ہاں رکھ چھوڑے تھے۔ بیٹھتے ہی اُس نے جان عالم کو پنکھا جھلنا شروع کیا۔ اور بولی:۔

صغرا: "شکر ہے۔ آج تو تم اپنے قول کے پورے نکلے"

جان عالم: "پیاری۔ مجھے تم ہمیشہ اپنے قول کا پورا دیکھو گی۔ اُس دن تو میں کچھ تدابیر میں لگا تھا۔ ارادتاً نہیں آیا"

صغرا: "اچھا تو بتاؤ پھر کیا تدبیر کی"

جان عالم: "تدبیر تو میں بتا دوں گا۔ مگر پہلے اپنی چھری مجھے دیدو"

صغرا: "چھری تو جان سے اُس وقت جدا ہوگی۔ جب پادریوں کے پھندے سے نکلکر اطمینان نصیب ہو جائیگا"

جان عالم: "نہیں اب تمہاری مزاج میں کسی قدر خفگی آگئی ہے۔ تمکو ایسی خوفناک چیز اپنے پاس نہیں رکھنی چاہیئے"

صغرا: "پیارے اب نہ تم وہ تم ہو جو دہلی میں تھے۔ اور نہ میں وہ میں ہوں جو وہاں تھی۔ اِن حادثوں نے ہمارے دل سخت بنا دئے ہیں۔ اور یہ کب ممکن ہے۔ کہ میں حالت خطر میں ہوں اور خطرناک چیز کو اپنے پاس نہ رکھوں"

جان عالم نے جو غور کیا تو بیشک صغرا کی حالت بہت ہی خطرہ میں تھی۔ ابتک اُسکی عزت مس ہیوٹی کے سایہ میں رہنے سے بچی ہوئی تھی۔ وگرنہ اِن کرسٹوں کی مادر پدر آزادی میں رہکر عزت کا محفوظ رہنا دشوار تھا۔ اُس نے بھی کچھ زیادہ اصرار نہیں کیا صرف اتنا کہکر چُپ ہو رہا۔ اچھا پیاری تمہاری خوشی۔ ایک مدت کے بعد یہ لیلےٰ مجنوں ملے تھے۔ اور بڑی مصیبت سے۔ اُنہوں نے وہ باتوں کی تار باندھی کہ اگر ہم انکو لکھیں تو ایک عالیشان کتاب بن جاوے۔ تمام قصے جھگڑے۔ بیتیاں اور مصیبتیں

سب بیان کر دیں۔ صبح کے چار بج گئے۔ مگر ان کی باتیں ختم نہیں ہوئیں۔"

جان عالم: "پیاری صغرا۔ تم سے جدا ہونے کو تو دل نہیں چاہتا۔ مگر اب صبح ہونے لگی ہے۔ ایسا نہ ہو کوئی دیکھ لے۔ بس اب مجھے اجازت دو۔"

صغرا: "کس دل سے کہوں۔ میرا بس ہو تو تم کو کلیجہ میں رکھ لوں۔ اچھا خدا حافظ (آبدیدہ ہو کر بے بسی کی آواز سے)۔"

عورت ذات کی نرمی اور پھر معشوق کا انکسار۔ اللہ اکبر۔ جان عالم کے دل پر اسقدر چوٹ لگی کہ بیان سے باہر ہے۔ اُس نے بے اختیار صغرا کو اپنے گلے سے لگایا اور چھاتی سے لگا کر خوب بھینچا اور کہا:

جان عالم: "پیاری صغرا بس اب بہت افسوس نہ کرو۔ خدا نے مصیبت کے دن نکال دیئے اب دو چار دن میں مخلصی ہوئی جاتی ہے۔"

صغرا: "اچھا جو خدا کی مرضی۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ اب کب آؤ گے۔"

جان عالم: "(پیشانی چوم کر) کب۔ کب کیوں۔ انشاء اللہ ہر روز آیا کروں گا۔"

صغرا: "دیکھو بھول نہ جانا جس دن تم نہ آؤ گے۔ میں مر ہی جاؤں گی۔"

جان عالم: "پیاری ایسی باتیں منہ سے نہ نکالو۔ میں روز حاضر ہوں گا۔ اب تم اپنے عاشق کو کبھی غیر حاضر نہ پاؤ گی۔"

یہ کہکر جان عالم جانے لگا۔ ایک دو قدم رکھے تھے کہ واپس مڑا۔ ایک دفعہ اور صغرا کو گلے سے لگایا۔ اور بڑی محبت سے اُس کے ماتھے کو چوما اور کہا پیاری تم تیار رہنا جس وقت موقعہ ہوا یہاں سے بھاگ چلینگے +

صغرا: "میں ہر وقت پا رہ رکاب بیٹھی ہوں۔ صرف حکم کی دیر ہے۔" آبدیدہ ہو کر دونوں عاشق ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ اس جدائی کا صدمہ جوان کے دل پر گزرا خدا جانتا ہے۔ یا اُن دونوں کا دل۔ یا تھوڑا بہت وہ عاشق مزاج جانتے ہیں جن کو کبھی ایسا اتفاق ہوا ہے جان عالم جب واپس چلا ہے تو اس کا قدم سو سو من کا پڑتا تھا۔ ایک زبردست کشش تھی جو اسکو پیچھے کیطرف کھینچتی تھی۔ صغرا کا یہ عالم تھا کہ بیخودی میں کھڑے ہوئے اپنے عاشق کو دیکھ رہی تھی۔ اور یہ کہتی تھی۔ کہ ہاں اگر میرا بس ہوتا۔ تو کبھی اپنے سینہ سے الگ نہ کرتی۔ اب جان عالم بلا ناغہ صغرا سے ملنے جایا کرتا تھا۔ قریباً رات کے بارہ بجے جاتا اور صبح کے چار بجے واپس آتا۔ چار گھنٹے تک یہ دونوں نوجوان خبر نہیں

کہاں کہاں کی باتیں کرتے تھے۔ ہمکو جان عالم نے کہا کہ چار گھنٹے برابر باتوں میں گزرتے تھے اور جب ملتے تو بڑی محبت سے گلے ملتے تھے۔ اور جب بچھڑتے تو بڑی حسرت سے الگ ہوتے تھے۔"

چند روز یہی حال رہا۔ ایک دن شام کے وقت سے ابر گھرنا شروع ہوا۔ اور دس بجے تک ایک گھنگھور گھٹا چھا گئی۔ کبھی کبھی ہلکی بوندیں بھی پڑیں۔ مگر کھل کر نہیں برسا۔ اس واسطے ابر برابر چھا رہا۔ جان عالم نے کہا کہ آج کا دن ہماری کامیابی کے لئے بہت اچھا ہے۔ اُس نے اپنے بھاگنے کی تیاری کر لی۔ اور اس فکر میں ہوا کہ کب سو فتنہ ہو اور کب صغرا کو لیکر بھاگوں۔ ابر کا دن تھا۔ ہوا ٹھنڈی چل رہی تھی۔ بلیک ڈوگ نے شراب کی بوتلوں کی بوتلیں خالی کر دیں۔ اور اُس کے ساتھ بعض کرنٹوں نے بھی خوب گلاس بھر بھر کر اڑائے۔ بوندا باندی ہو رہی تھی۔ اس واسطے سب لوگ برانڈوں کے اندر تھے۔ باہر میدان خالی تھا۔ بلیک ڈوگ شراب پی کر بے ہوش پڑا تھا۔ چوکیدار تھے وہ بھیگی مرغی بنے ہوئے تھے۔ رات کے گیارہ بھی بجنے نہ پائے تھے کہ سارا بورڈنگ ایک شہر خاموشاں بن گیا تھا۔ جان عالم آہستہ سے اپنے پلنگ پر سے اُٹھا اور مسز بیوٹی کی کوٹھی کیطرف چلا۔ وہاں صغرا بڑی دیر سے اُسکا راستہ دیکھ رہی تھی۔ اُس کے دل میں خود بھی تھا کہ آج یہاں سے بھاگ چلنے کا موقعہ اچھا ہے۔ اندھیرا اسقدر تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ کبھی کبھی بجلی چمکتی تو کچھ معلوم ہوتا۔ ورنہ اس وقت قوت باصرہ بھی بیکار تھی۔ جان عالم کوٹھی کیطرف جا رہا تھا۔ اور صغرا برانڈے میں کھڑی ہوئی اُس کا راستہ دیکھ رہی تھی۔ بجلی چمکی اور دور سے ایک نے دوسرے کو پہچانا۔ آج تو بڑے اشتیاق سے باہم گلے ملے۔ اور صغرا نے چھوٹتے ہی کہا:۔

صغرا:۔ "آج کا دن ہماری کامیابی کے واسطے بہت اچھا ہے پیارے جان عالم کیا صلاح ہے۔ پھر خبر نہیں ایسا موقعہ ملے کہ نہ ملے۔"

جان عالم:۔ "یہ تو بات تم نے میرے دل کی سی کہی۔ میں تو آج اسی واسطے آیا ہوں۔"

صغرا:۔ "بہت خوب پھر بسم اللہ۔"

جان عالم:۔ "ہاں ہمت مرداں مدد خدا۔"

صغرا:۔ "پھر کدھر سے چلو گے۔"

جان عالم: "لو بس چلی آؤ۔ جدھر سے ہو سکیگا چلدیں گے"

یہ دونوں عاشق و معشوق سیدھے دروازے کی طرف چلے جان عالم آگے آگے تھا اور صغرا پیچھے پیچھے۔ دونوں کے دل خوف سے دھڑک رہے تھے۔ ایک پتہ کا کھٹکا ہونا یہ چونک جاتے تھے۔ احاطہ بورڈنگ کی دیوار قدِ آدم سے اونچی تھی۔ اُس پر چڑھنا اور وہاں سے کودنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس احاطہ کا دروازہ بانسوں کا تھا۔ اور جان عالم کا خیال تھا کہ ان بانسوں پر سے چڑھ کر اُتر جانا آسان کام ہے۔ یہی سمجھکر وہ دروازے کی طرف چلا۔ اندھیرا گھپ ہو رہا تھا۔ اور بجلی بھی بڑی دیر دیر میں چمکتی تھی۔ یہ دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ جان عالم نے کہا پیاری صغرا تم چڑھ جاؤ۔ اور جب تم اوپر پہنچ جاؤ گی۔ تو میں جلدی سے اُس طرف کود کر تم کو اُتار لوں گا۔ صغرا بانسوں کو پکڑ کر چڑھنے لگی۔ پہلے ضامن پر اچھی طرح قائم ہو گئی۔ اور دوسرے پر قدم اُٹھانے ہی کو تھی۔ کہ بجلی زور سے چمکی۔ کڑکڑ کی آواز سے ایک کمبخت کتا بھونکنے لگا۔ ایک بدنصیب چوکیدار جو اندھیرے میں کہیں دروازے پاس بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا جاگ اُٹھا۔ بجلی کی چمک کڑک کی آواز اور کتوں کے بھونکنے سے صغرا کا دل ڈھل گیا۔ خوف کے مارے اُس کے ہاتھ بانس سے چھوٹ گئے اور پیاری صغرا دھڑام سے نیچے گر پڑی۔ دھڑام کی آواز سے چوکیدار کا دم فنا ہو گیا اور وہ آنکھیں پھاڑ کر کہنے لگا "چور چور چور"

چور چور کی آواز سُن کر صغرا ایک دم کھڑی ہو گئی۔ اور نو دو گیارہ مس بیوٹی کی کوٹھی کی طرف بھاگی۔ جان عالم اُسکے پیچھے پیچھے چلا۔ اُس چوکیدار کی آواز سے اور چوکیدار بیدار ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کو آواز دینے لگے۔ مگر کسی کی ہمت نہ پڑی کہ چور کو تلاش کرتا۔ اور یہ ہمارے ہیرو کے واسطے اچھا ہوا۔ وہ صغرا کو اُس کے برانڈے میں چھوڑ اپنے پلنگ پر جا پڑا"

او ظالم خدا کا خوف کر

مس صغرا کو مس بیوٹی کے برانڈے میں چھوڑ جان عالم اس خیال سے کہ جاگ نہ ہو جائے۔ بغیر بات چیت کئے اپنے پلنگ پر آن لیٹا۔ اور اپنی ناکامی پر سرد

آہیں بھرنے لگا۔ چوکیداروں کی آواز سے کچھ آدمی اور بھی جاگ اُٹھے۔ اور "کیا ہے کدھر ہے" کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ اور "یہاں تھا۔ اس طرف گیا۔ ایسا تھا۔ ویسا تھا یہ گیا اور وہ گیا" کی صدائیں گونجنے لگیں۔ چوکیدار اُس بورڈنگ میں تین تھے۔ ایک احاطہ کا پہرہ دیتا تھا۔ ایک مردانہ بورڈنگ کا اور ایک زنانہ بورڈنگ کا۔ نام کو پہرہ تھا۔ نہیں تو مردانہ کا تو ہمیشہ بیکڈ وگ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ اور زنانہ کا مس بیوٹی کی کوٹھی کے پیچھے بوریا بچھا کر سو رہتا تھا۔ اور احاطہ والا دروازہ کے کہیں آس پاس بیٹھا اونگا کرتا تھا۔ خیر اس وقت غل غپاڑے سے تینوں بیدار ہو گئے۔ اور اِدھر اُدھر ڈھونڈ بھال کرنے لگے۔ وہاں چور کون آیا تھا جو ملتا۔ قریب دو ڈیڑھ گھنٹے جاگ رہے۔ پھر سب سو گئے۔ اور اس وقت پہلے سے زیادہ غفلت سے سوئے۔ جان عالم اپنے پلنگ پر آنکھیں بند کئے پڑا تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔ کہ میری پیاری صغرا پر خبر نہیں کیا گذری۔ اُس نے کروٹ لی اور آنکھیں ملتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اور صغرا کی خبر لینے مس بیوٹی کی کوٹھی کی طرف چلا۔ اس بورڈنگ کا نامراد چوکیدار اس وقت یہیں موجود تھا۔ جان عالم کو جاتا ہوا دیکھ چپکے چپکے اُس کے پیچھے ہو لیا۔ اندھیرا گھپ ہو رہا تھا۔ اور آدمی کو آدمی سوجھائی نہ دیتا تھا۔ بیچارا جان عالم صغرا کے شوق میں بڑھا چلا گیا۔ اور پیچھے مُڑ کر ذرا نہیں دیکھا۔ صغرا بھی ایسے خیال میں تھی کہ خبر نہیں جان عالم پر کیا گزری۔ اور اسی خیال میں آنکھیں بند کئے پڑی ہوئی تھی۔ اور وہ سماں اُس کی آنکھوں میں پھر رہا تھا۔ کہ اس طرح سے میں گئی۔ یوں دروازے پر چڑھی۔ اسطرح بجلی چمکی اور اس طرح گر پڑی۔ اور یوں بھاگی۔ اس ناکامی کا اس قدر صدمہ اُس کے دل پر تھا کہ اُس کا بیان کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ جان عالم چپکے سے برانڈے میں گھس گیا۔ اور آہستہ سے صغرا پر ہاتھ رکھا۔ وہ جھٹ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ اور بولی "ہیں تم اب کہاں"

جان عالم: "پیاری۔ تم بتاؤ۔ تمہارا مزاج کیسا ہے۔ کہیں چوٹ تو نہیں لگی"

صغرا: "نہیں۔ بالکل نہیں"

یہ کہکر اندر گھس گئے۔ اور کمبخت چوکیدار جو برانڈے کے باہر کھڑا باتیں سُن رہا تھا چپکے سے برانڈے کے اندر گھس آیا تھا۔ اور صغرا کے پلنگ کے نیچے لیٹ کر جو کچھ باتیں ان میں ہوئیں خوب ہنستا رہا۔ اور افسوس اُن محبت کے آمدصوں نے ذرا بھی نہ سوچا کہ

ع دیوار گوش دارد آہستہ لب بجنباں "

جان عالم: "افسوس بدقسمتی سے تم گر پڑیں۔ ورنہ ابتک امن کی جگہ پہنچ بھی گئے ہوتے اور کبھی کی مخلصی ہو گئی ہوتی۔ خیر خدا نے بڑی خیر کی۔ کہ تمہارے کہیں چوٹ نہیں لگی"

صغرا: "کیا کہوں۔ مجھے خود بڑا افسوس ہے۔ میں بانس پکڑ کر دوسرے ضامن پر قدم رکھنے ہی لگی تھی۔ کہ بجلی چمکی۔ کڑکڑا کی آواز ہوئی۔ اے ہے۔ میرا تو دم ہی نکل گیا۔ ایسا خوف چھایا کہ بانس ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اے ہے۔ موئے گیند کی طرح میں نیچے آن پڑی۔ میرے گرنے کی آواز سن کر کمبخت گنتا بھونکنے لگا۔ اور اس کی آواز سن کر بدنصیب چوکیدار بھی چلانے لگا۔ پس مجھے سوائے اس کے اور کچھ نہ سوجھا۔ کہ اپنے کمرہ کیطرف بھاگ جاؤں"

جان عالم: "خیر پیاری۔ منظور خدا یوں ہی تھا۔ ابھی ہماری مخلصی کا وقت نہیں آیا تھا۔ شاید اسی میں کچھ بہتری ہو"

صغرا: "اور کیا مخلصی قسمت میں نہیں تھی۔ خیر نہیں کب تک اس قید فرنگ میں رہنا پڑے گا"

جان عالم: "او پیاری صغرا نہ گھبراؤ۔ خدا نے چاہا۔ تو جلدی سے نکلوں گا صبح کے چار بجے تک یہی باتیں ہوتی رہیں۔ اور جب دن کی روشنی نمودار ہونے کو ہوئی جان عالم حسب معمول اپنی جاناں سے گلے مل رخصت ہوا کمبخت چوکیدار جو صغرا کے پلنگ کے نیچے لیٹا باتیں سن رہا تھا۔ پہلے ہی وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔ اور بورڈنگ میں آ دیوار کے اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ عشق کا متوالا جان عالم کتراتا ہوا۔ بورڈنگ کی طرف آیا۔ کمبخت چوکیدار اسکو بھانپتا رہا۔ اور جب وہ برانڈے میں گھسا چوکیدار نے ٹوکا۔ مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور اپنے پلنگ پر لیٹ جھوٹ موٹ کے خراٹے لینے لگا۔ بدبخت چوکیدار نے پہلے ہی تاڑ لیا تھا۔ کہ دہلی کے مرزا صاحب عشق بازیاں کرتے پھرتے ہیں۔ اب اس کو اور بھی یقین ہو گیا۔ اب وہ اس خیال میں لگا۔ کہ کب بلیک ڈوگ اٹھے اور کب اسے رپورٹ کروں چنانچہ وہ اسی وقت سے بلیک ڈوگ کی کوٹھی کے برانڈے میں جا لیٹا۔ رات کو

کسی قدر بارش بھی ہوئی تھی۔ ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی چل رہی تھی۔ بلیک ڈوگ صبح کے آٹھ بجے تک پلنگ پر کروٹیں بدلتا رہا۔ اور نامراد چوکیدار یا تو صبح ہی اپنی کوٹھری میں جا مرا کرتا تھا۔ یا آج ۸ بجے تک وہیں مرا رہا۔"

صبح ہو گئی سب بچے اُٹھ بیٹھے۔ اور حاجات سے فارغ ہو کر کپڑے پہن مدرسہ جانے کے واسطے تیار ہو گئے۔ بعض لڑکے ذکر بھی کرتے رہے۔ کہ رات کو چور چور کیسا ہو رہا تھا۔ کیا کوئی چور آ گیا تھا۔ مگر کچھ بہت چرچا نہیں ہوا۔"

بیچارہ جان عالم اپنی ناکامی پر پہلے ہی غصہ کھا رہا تھا۔ اب چوکیدار کے ٹوکنے کا اُسے اور بھی فکر ہوا۔ نیند تو کیا آنے لگی تھی۔ تفکرات میں غرق پلنگ پر لیٹا رہا۔ اور اندیشوں میں ڈوبا ہوا اُٹھا۔ اور سو بج سے پھر امدرسہ میں گیا۔ چھ بجے ایک گھنٹی بجی اور سب بچے قطار باندھ کر مدرسہ میں جا اپنی اپنی جماعتوں میں داخل ہو گئے۔ کئی روز سے جان عالم نیند بھر کر نہیں سویا تھا۔ اور رات کو تو ایک لحظہ اُس کی آنکھ نہیں لگی تھی ادھر غم کا پہاڑ اُس کے سر پر لدا تھا۔ اُسکی ایک عجیب حالت تھی۔"

۸ بجے کے قریب بلیک ڈوگ اُٹھا۔ چوکیدار نے بہرہ سے کہہ رکھا تھا کہ جوں ہی صاحب اُٹھے مجھے اطلاع کریو۔ بہرہ نے رپورٹ کی۔ کہ چوکیدار حضور سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔ بلیک ڈوگ نے چوکیدار کو اندر بلایا۔ اور اُس نے رات کا ماجرا من وعن بیان کر دیا۔ بہرہ نے جب یہ حال سُنا۔ غصے کے مارے کانپنے لگا۔ اور دل میں کہا کہ مجھے خبر ہوتی تو اِس ملعون کو بلیک ڈوگ کے پاس ہی نہ پھٹکنے دیتا۔"

بلیک ڈوگ تو ایسی رپورٹوں کا بہت شائق تھا۔ اُس نے چوکیدار پر بڑی مہربانی ظاہر کی۔ اور اس بدبخت نے بھی کچھ کسر باقی نہ رکھی۔ دس باتیں سُنی تھیں تو نو سے اپنی طرف سے لگا کر دس کی سو کہہ سُنائیں۔"

بلیک ڈوگ خود اِس فکر میں تھا۔ کہ کسی طرح صغرا کو پھندے میں پھانسے اور مس بیوٹی کو نیچا دکھائے۔ اب تو خوب بہانا اُس کے ہاتھ لگا۔ اُس نے چوکیدار کو ایک روپیہ انعام دیکر رخصت کیا۔ اور اپنے بہرہ کو کہا کہ جان عالم کو مدرسہ میں سے بلا لاؤ۔ یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ بہرہ جان عالم کو بلانے گیا جو پہلے سے واقف تھا۔ بہرہ مدرسہ میں جا کر جان عالم کو بلا لایا۔ اور راستہ میں اُس سے کہنے لگا۔

بہرہ: "آج کمبخت چوکیدار نے تمہاری بابت یہ رپورٹ کی ہے۔ کہ رات کو تم صغرا کو لیکر بھاگنے لگے تھے۔ مگر کتے کے بھونکنے اور چوکیدار کے للکارنے سے بھاگ آئے اور پھر مس بیوٹی کے برانڈے میں جاکر صبح کے چار بجے تک صغرا سے عشقیہ باتیں کرتے رہے۔ اور تم نے صلاح کی ہے کہ پھر کبھی اُسے لیکر بھاگ جاؤ گے"

جان عالم: "وہ بکتا ہے مجھے تو خبر بھی نہیں"

بہرہ: "لاحول ولاقوۃ۔ مجھ سے کیوں چھپاتے ہو۔ میں کوئی تمہارا دشمن ہوں۔ میں کیا بتانے لگا ہوں"

جان عالم: "توبہ توبہ میں تو آپ کو اپنا بزرگ سمجھتا ہوں۔ دشمن کیسا"

بہرہ: "پھر کیوں چھپاتے ہو۔ اچھا میں سمجھا شاید شرماتے ہو۔ خیر یہ بھی تمہاری شرافت ہے۔ دیکھو میں کہہ دیتا ہوں۔ اُس چوھڑے سے ڈرنا نہیں۔ وہ بہت ہی لال پیلا ہو رہا ہے۔ شاید تمہارا تو کچھ نہ بگاڑ سکے۔ مگر آج صغرا کی شامت آگئی"

جان عالم: "ہیں۔ یہ کیا کہا۔ صغرا کی شامت؟ صغرا کی شامت کس طرح آگئی"

بہرہ: "وہ مدت سے ان دونوں لڑکیوں پر دانت پیس رہا تھا۔ مس بیوٹی کی طفیل وہ ابتک بچی ہوئی تھیں۔ اب کیا چھوڑنے لگا ہے"

جان عالم: "ہیں۔ ایہ اندھیر"

بہرہ: "اجی ایک اندھیر۔ یہاں تو بارہ مہینے ایسا ہی اندھیر رہتا ہے"

جان عالم: "آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے کہا تھا۔ کہ یہ بڑی شریف زادی ہے اسکی عصمت کا خیال رکھنا چاہیئے"

بہرہ: "جو میرے بس میں ہے میں کر گزروں گا۔ مگر تم بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو کر تیار ہو جاؤ"

جان عالم: "میں نے مدت سے جان سے ہاتھ دھو رکھے ہیں"

بہرہ: "اچھا جب ایسا وقت ہوا۔ میں آپ کو اطلاع کروں گا"

جان عالم: "ہاں ضرور۔ دیکھو تمکو قرآن کی قسم"

دونوں یہ باتیں کرتے ہوئے کوٹھی کے پاس آن پہنچے۔ بہرہ نے بڑا سائنہ بنالیا گویا اُس نے جان عالم سے کوئی بات ہی نہیں کی۔ اور کمرہ کے اندر جاکر اطلاع

کی کہ جان عالم حاضر ہے۔

بلیک ڈوگ: "اندر بلاؤ"

جان عالم: "صاحب سلام"

بلیک ڈوگ: "دل ہمکو سلام کرکے پھسلاتا ہے بدمعاش"

جان عالم: "جناب یہ آپ کیا فرماتے ہیں"؟

بلیک ڈوگ: "ابھی ہم تو تمہارے کوڑے لگاتے ہیں۔ تم شیطان۔ تم نے تو ہمارا سارا بورڈنگ ناپاک کردیا"

جان عالم: "یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں"

بلیک ڈوگ: "او بدمعاش بے ایمان۔ باتیں تو خراب کرتا ہے۔ اور ہم کو کہتا ہے کہ کیسی باتیں کر رہے ہیں"

جان عالم: "(کڑک کر) بس صاحب اپنی زبان کو سمبھالیے۔ میں آپ کا غلام نہیں ہوں۔ پہلے آپ کو ماروں گا۔ اور پھر خود مرجاؤں گا۔ میں کوئی ایسا ویسا نہیں۔ اشراف آدمی کا بچہ ہوں۔ عزت کے آگے جان کچھ چیز نہیں"

بلیک ڈوگ کوئی اشراف زادہ تو تھا ہی نہیں۔ چمار کے تخم اور حلال خوری کے شکم سے تھا۔ جان عالم کا سخت جواب سنکر دبک گیا۔ اور بولا +

بلیک ڈوگ: "اچھا اول ہم زبان سمبھالتا ہے۔ مگر تم سچ سچ بتاؤ۔ کہ رات کو تم کیا کرتا تھا"

جان عالم: "کچھ نہیں۔ اول شب کے آپکے پاس آیا۔ اور پھر اپنے پلنگ پر جاکر سو گیا"

بلیک ڈوگ: "او۔ نہیں نہیں۔ تم صغرا کو ایکر بھاگا۔ مگر کتا بھونکا۔ چوکیدار چیخا۔ اور تم دونوں اُلٹا بھاگا۔ اور احاطہ سے بھاگ نہ سکا۔ پھر تم صغرا کے پاس گیا۔ اور صبح ہی کے چار بجے تک اُس سے عشقیہ باتیں کرتا رہا۔ اور تم نے اقرار کیا۔ کہ اُسے لیکر بھاگ جاؤ گے۔ دل مرزا تم بڑا خراب۔ تم بڑا خراب"

جان عالم: "(دل میں۔ ہاں اب تم ہوئے) نہیں صاحب یہ بات سب غلط۔ جس نے آپکو کہا بالکل جھوٹ۔ میرے سامنے کرو۔ کس نے کہا۔ دیکھو تو میں اُسے جھوٹ بولنے کا مزا نہ چکھاؤں تو ایک باپ کا زائدہ نہیں"

بلیک ڈوگ: "دل تم فوجداری کرنا مانگتا ہے۔ تم بڑا جوان ہے۔ ہم جانتا ہے تم ہم سے بھی لڑنا مانگتا ہے۔ ہم تو تمکو بورڈنگ سے نکالدیں گے۔ ہم ابھی پادری صاحب کو دہلی چٹھی لکھتا ہے۔ اور جب تک جواب آئے تمکو اپنے پلنگ سے دوسری جگہ جانا نہ ملیگا۔"

جان عالم: "یہ آپکو اختیار ہے۔ اب بورڈنگ سے سو دفعہ نکالدیجے۔ میں آپ جیسے نامنصف افسروں کے ماتحت رہنا بھی نہیں چاہتا۔"

بلیک ڈوگ: "دل بہرہ ماسٹر لال مسیح کو بلا لاؤ (یہ ماسٹر لال مسیح لڑکوں کے بورڈنگ کے نگران تھے۔ جب وہ آئے تو بلیک ڈوگ نے کہا۔) تم بڑا غافل ہے۔ تمہارا لڑکا رات کو شیطانیاں کرتا ہے۔ اور تم کو کچھ خبر نہیں ہوتا۔ دل ہم تم پر جرمانہ کرے گا۔ تم سست آدمی۔ جاؤ اس (جان عالم) کو لیجاؤ۔ اور جب تک ہم دوسرا حکم نہ دیں گے اُس کو اُس کے پلنگ سے مت ہلنے دو۔ نہ کہیں جاوے۔ نہ کسی سے بات کرے بس وہیں بیٹھا پڑھے یا سوئے۔"

بیچارہ لال مسیح ایک غریب عیسائی تھا۔ خوف زدہ ہوگیا۔ اور وہاں سے جان عالم کو ساتھ لیکر بورڈنگ میں آیا۔ اور جان عالم کو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ بھائی میری عزت تیرے ہاتھ میں ہے۔ جو ذرا بھی تو نے حکم عدولی کی۔ یہ کمبخت چوہڑا مجھکو نکالدے گا۔

جان عالم: "نہیں میں اشراف کا بچہ ہوں۔ اپنے پر سختی سہ لوں گا۔ مگر تم پر آنچ نہ آنے دوں گا۔"

جان عالم تو اپنے پلنگ پر آن لیٹ رہا۔ اور اس خیال میں لگ گیا۔ کہ دیکھیں کمبخت بلیک ڈوگ صغرا کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ اُسے بہت ہی فکر تھا۔ اور اگر تسلی تھی تو صرف بہرہ کے بھروسہ پر تھی کہ اگر کوئی بُری صورت واقع ہوئی تو بہرہ مجھے ضرور اطلاع دیگا۔ اور اس وقت اُس کا دل ساکن ہوجاتا تھا۔ کبھی کہتا بہرہ نوکر ہے شاید اپنی نوکری کے خیال میں چپکا ہو رہے اور کچھ خیال نہ کرے۔ اور کمبخت بلیک ڈوگ میری نازک جاناں پر کیا آفت برپا کرے۔ تو اُس کا دل دھڑکنے لگتا تھا۔ اور بے چین ہوجاتا تھا۔ دل سے گرم آہیں نکلنے لگتی تھیں۔ اور آنکھوں سے شعلے۔ اِدھر اُدھر کروٹیں لیتا تھا۔ اور کبھی کبھی غصے میں آن کر دیواروں پر مکے مارتا تھا۔ بیچارا لال مسیح اُس کی یہ حالت دیکھکر کانپ رہا تھا۔ اور اُس کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا تھا۔

اِدھر جان عالم کا یہ حال تھا۔ اُدھر بلیک ڈوگ بھی اس فکر میں لگا تھا کہ صغرا کو قابو میں لانے کیلئے آج سے بہتر موقعہ کوئی نہیں ملیگا۔ اگر اُسکو کسی قدر خوف تھا تو مس بیوٹی کا تھا سو اُس نے اُس کی ایک تدبیر سوچی۔ اُسی وقت پادری لونگ بیرڈ کے پاس گیا پادری صاحب نے آج بلیک ڈوگ کا بے وقت آنا دیکھ کر پوچھا:۔

پادری صاحب: "ول بلیک ڈوگ کیسا مزاج ہے"

بلیک ڈوگ: "شکر ہے۔ اچھا ہوں"

پادری صاحب: "آج بے وقت تم کیسے آئے"

بلیک ڈوگ: "جناب عالی آج ایک ضروری کام کے واسطے آپکی خدمت میں حاضر ہوں"

پادری صاحب: "کیوں خیر تو ہے"

بلیک ڈوگ: "ہاں خیر کیا۔ ایک انتظامی معاملہ ہے! اور بڑا ضروری ہے آپ کی منظوری لینی ہے"

پادری صاحب: "(حیران ہو کر) کیا معاملہ ہے"

بلیک ڈوگ: "آپ کو معلوم ہے۔ مہینہ سے زیادہ ہوا۔ دہلی سے دو لڑکیاں صغرا اور بھگوان دئی۔ یہاں بھیجی گئی تھیں"

پادری صاحب: "ہاں"

بلیک ڈوگ: "اور چند روز کا عرصہ ہوا۔ ایک لڑکا جان عالم سولومن بھی وہاں سے آیا ہے"

پادری صاحب: "(آنکھیں پھاڑ کر) ہاں ہاں۔ وہ جوان سا۔ خوبصورت جیسا"

بلیک ڈوگ: "جی ہاں وہی"

پادری صاحب: "اچھا پھر کیا ہوا"

بلیک ڈوگ: "یہ لڑکا سُنا ہے۔ دہلی سے ہی صغرا پر عاشق ہے۔ اور اسیواسطے عیسائی ہو کر یہاں آیا ہے"

پادری صاحب: "ول یہ تو اچھا ہے۔ ہم اُن دونوں کی شادی کر دینگے"

بلیک ڈوگ: "فقط یہی تو نہیں۔ وہ اس ارادہ سے آیا ہے کہ صغرا کو لیکر

بھاگ جائے چنانچہ کل رات کو خوب اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آدھے بجے کے قریب وہ دونوں بھاگنے لگے پہلے سے ایک کتا بھونکا اور چوکیدار کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے چور چور کہکر چیخنا شروع کیا جب وہ رہ گئے۔ نہیں تو رات ہی کو بھاگ گئے ہوتے۔"

پادری صاحب: "اوفو۔ ایسی شرارت۔ ایسی شیطنت ول بلیک ڈوگ کیوں نہیں اُن دونوں کی شادی کر دیتے۔ کہ اُن کو پھر بھاگنے کی ضرورت نہ رہے۔"

بلیک ڈوگ: "آخا۔ جنابعالی۔ آپ کو ان مکاروں کی یہی تو خبر نہیں۔ یہ لاچاری اور زبردستی عیسائی ہوئے ہیں۔ جب موقعہ پائینگے۔ یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ اور مسلمان ہو جائیں گے۔ اِن کا علاج تو صرف یہ ہے۔ کہ ان کی شادی غیروں کے ساتھ کر دیجائے تاکہ ایکدوسرے سے اُن کو ملنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ اور اپنی اپنی جوڑی کے ساتھ مشغول ہو کر مسلمان ہونے کا اُن کو خیال بھی نہ آوے۔"

پادری صاحب: "ہاں مسٹر بلیک ڈوگ۔ یہ تمہارا خیال سچ ہے۔ پھر ایسی ہی تدبیر کرو۔"

بلیک ڈوگ: "یہ تو آئندہ کی بات ہے۔ یہ تو ہو جاوے گا۔ مگر سردست کیا انتظام ہو۔ سب بچوں کو خبر ہو گئی ہے۔ کہ جان عالم اور صغرا رات بھاگنے لگے تھے۔ اور چوکیدار کے جاگ پڑنے اور کتے کے بھونکنے کے سبب سے رہ گئے۔ اور آئندہ بھاگنے کا اُنہوں نے بندوبست کر رکھا ہے۔"

پادری صاحب: "ہاں اُس کا فوراً بندوبست کرو۔ ورنہ اور بچے بھی ویران ہو جاوینگے۔"

بلیک ڈوگ: "ہاں یہی تو بات ہے۔ مدرسہ کے ضبطِ انتظام میں بالکل خلل آجاویگا۔ اگر اِن دونوں کو سزا نہ دیجاویگی۔"

پادری صاحب: "ول مسٹر بلیک ڈوگ پھر خوف کس کا ہے۔ اِن بدمعاشوں کو خوب سزا دو۔"

بلیک ڈوگ: "جان عالم کو میں نے خوب دھمکایا تھا۔ اور فی الحال اُسکو ایک جگہ مقید کر دیا ہے۔ مگر صغرا مس بیوٹی کے پاس رہتی ہے۔ اور مس صاحب اُس کی بہت خاطر کرتی ہیں۔ اور کبھی میرے پاس نہیں آنے دیتیں۔ اگر میں صغرا کو بلاؤں۔ تو خبر نہیں مس بیوٹی اُسے بھیجے یا نہیں۔ اور جب تک صغرا کو سزا نہ دی جاوے گی انتظام نہ ہوگا۔"

پادری صاحب:۔ "ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے تمکو سب اختیار دیدیا ہے۔ تم جو چاہو کرو۔ مس بیوٹی کون ہے جو تمہارے کام میں دخل دے۔ اچھا میں ایک چٹھی لکھ دیتا ہوں۔ مس بیوٹی صغرا کو تمہارے پاس بھیجدے گی۔ اور تم اُسکو خوب سزا دینا"

یہ کہکر پادری صاحب نے ایک چٹھی لکھی:۔

مائی ڈیر مس بیوٹی مہربانی کرکے صغرا کو مسٹر بلیک ڈوگ کے پاس بھیجدینا۔ ہم نے سُنا ہے کہ اُس سے ایک بہت بُرا کام سرزد ہوا ہے اور مدرسہ کی بہبودی اور انتظام کے واسطے بہت ضرور ہے۔ کہ اُس کو سزا دیجاوے۔ اور ہمنے بلیک ڈوگ کو کہا ہے کہ صغرا کو بلاکر خوب گوشمالی دیں۔ آپ کا صادق لونگ بیرڈ۔

یہ چٹھی لے اور چند ایسی ایسی باتیں بنا۔ بلیک ڈوگ دوپہر سے پہلے پہلے بورڈنگ میں گیا اور کچھ تدبیر سوچتا رہا۔ اگر اُسے صرف گوشمالی پر اکتفا کرنا ہوتا تو وہ اُسی وقت صغرا کو بلاکر دھمکا دیتا یا کچھ سزا دیتا۔ مگر نہیں۔ اُس کمبخت کے دل میں تو کچھ اور ہی شیطنت تھی وہ تو فرشتوں میں شیطان چھوٹا ہوا تھا۔ اُس نے چھ بجے شام کے وہ چٹھی اپنے بہرے کے ہاتھ مس بیوٹی کے پاس بھیجی۔ اور زبانی کہا "کہ مس صاحب سے کہو۔ کہ صاحب صغرا کو اسی وقت بُلاتے ہیں۔ اور تم اپنے ساتھ لیکر جلد آؤ۔ جس وقت بہرے نے مس بیوٹی کو وہ چٹھی دی۔ مس صاحب نے بڑی غور سے اُسے پڑھا اور اپنے دل میں بہت ہی ناراض ہوئیں۔ اُنہوں نے مس صغرا کو بُلایا۔ اور کہا کہ تم نے کونسا بُرا کام کیا ہے۔ پادری صاحب اور مسٹر بلیک ڈوگ تم پر بہت خفا ہیں۔ اور بلیک ڈوگ نے تمکو بُلایا ہے۔ اسقدر سُنتے ہی صغرا کا لہو خشک ہوگیا۔ اُسکی روح صلب ہوگئی اُس نے بڑی التجا کے ساتھ کہا۔

صغرا:۔ "مس صاحب۔ خدا کے واسطے مجھے وہاں نہ بھیجئے۔ میں نے کوئی بُرا کام نہیں کیا۔ میں بے گناہ ہوں"

مس بیوٹی:۔ "مس صغرا۔ پادری صاحب حکم دیتا ہے تمکو جانا ہوگا"

صغرا:۔ "مس صاحب مجھے پھانسی دیدیجئے۔ مگر خدا کے واسطے وہاں نہ بھیجئے"

مس بیوٹی:۔ "کیوں مس صغرا۔ تم اسقدر کیوں خوف کھاتی ہو۔ ہم سمجھتی ہیں۔ صاحب تم سے کچھ دریافت کرے گا"

صغرا:۔ "نہیں مس صاحب آج میری جان نہ ہوگی"

مس بیوٹی:۔ "نہیں صاحب تم سے کچھ دریافت کرے گا۔ تمکو ماریگا نہیں۔ اگر تمکو سزا دے گا۔ تو ہم سے پوچھے گا"

صغرا:۔ "مس صاحب۔ برائے خدا مجھے بچاؤ۔ ورنہ میں آج تباہ ہو جاؤں گی۔ صغرا کی اسقدر گریہ وزاری اور منت وسماجت پر مس بیوٹی کے آنسو نکل آئے۔ بلیک ڈوگ کا جو چال چلن تھا اُس سے مس بیوٹی غافل نہ تھی۔ مگر بے وقوف پادری کی حماقت اور حمایت کے سبب کچھ پیش نہ جاتی تھی"

مس بیوٹی:۔ "دل صغرا۔ تم جاؤ۔ اور جو تم سے صاحب پوچھے اُسے بتا کر چلی آؤ میں اپنی دایہ تمہارے ساتھ کر دیتی ہوں۔ اور صاحب کو ایک چٹھی لکھ دیتی ہوں وہ تمکو جلد واپس کر دیں گے"

مس بیوٹی نے بلیک ڈوگ کے نام ایک چٹھی لکھی:۔

مائی ڈیر بلیک ڈوگ

مس صغرا کو آپ کے پاس اپنی دائی کے ہمراہ بھیجتی ہوں۔ براہِ مہربانی جو کچھ آپ نے دریافت کرنا ہو۔ دریافت کر کے اسے دائی کے ہمراہ جلد واپس بھیج دیجئے گا"

تمہاری صادق مس بیوٹی +

یہ چٹھی اُس نے اپنی دائی کو دی کہ دیکھو صغرا کو اپنے ساتھ لیجاؤ۔ اور یہ چٹھی صاحب کو دو۔ اور دیکھو مس صغرا کے ساتھ رہو۔ اور جب صاحب اُس سے پوچھ گچھ لے تو اپنے ساتھ لے آؤ"

گو مس بیوٹی نے اپنی طرف سے کسی قدر بند وبست کیا تھا اور مس صغرا کو بہت دلاسا اور تسلی دیکر بلیک ڈوگ کے پاس بھیجا تھا۔ مگر صغرا کا جو حال تھا وہ ہم سے بیان نہیں ہو سکتا۔ اُس کے تمام بدن پر رعشہ پڑا ہوا تھا۔ چہرہ زرد ہو گیا۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں۔ آنکھیں مرجھا گئی تھیں۔ کبھی زمین کو دیکھتی تھی کہ شق ہو جاوے تو اس میں سما جاؤں۔ کبھی آسمان کو دیکھتی تھی کہ ٹوٹ پڑے تو دب کر مر جاؤں۔ وہ بہرے اور دائی کے ہمراہ اس طرح جا رہی تھی جیسے کوئی قاتل پھانسی پر چڑھنے جاتا ہے۔ ایک ایک کیطرف حسرت سے دیکھتی تھی۔ کہ کوئی بچالے۔ مگر جب مس بیوٹی ہی نہیں

بچایا کہ جس پر بڑا بھروسہ تھا تو اور کون بچا سکتا ہے"

اِسطرح کشاں کشاں وہ بلیک ڈوگ کے کمرہ کے پاس پہنچی۔ اُس مردود کے پاس بہت سے بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس نے سب کو نکال دیا۔ اور صغرا کو اندر بُلایا۔ ہائے اپنا مطلب بُری چیز ہوتی ہے۔ صغرا اس چمار صاحب کو بھنگی سے بھی بدتر جانتی تھی اور اُس کی شکل سے بیزار تھی۔ لیکن اُس وقت ایسا مؤدبانہ سلام کیا کہ جیسے کسی عالیجاہ بادشاہ کو کیا جاتا ہے۔ مگر اُس نے اُس سلام کا جواب تک نہ دیا۔ اور خفا ہو کر بولا۔ یہ دائی کیوں ہمراہ آئی ہے۔ بہرہ نے کہا حضور مس بیوٹی نے بھیجی ہے۔ اور یہ چٹھی دی ہے۔ بلیک ڈوگ نے چٹھی کو پڑھا اور دایہ کو کہا۔ دَل تم برانڈے میں بیٹھو۔ ہم تم کو بُلا لیگا۔ شام ہونے کو تھی۔ مگر بلیک ڈوگ کمرہ کے اندر ایک کوچ پر بیٹھا تھا۔ پنکھا چل رہا تھا۔ اور سامنے ایک تپائی اُس کی شراب کی بوتل اور شراب پینے کا بلوری خوبصورت سٹ پڑا ہوا تھا"

بلیک ڈوگ: "بہرہ! ایک بوتل لیمونیڈ۔ اور تھوڑی برف لاؤ" بہرہ لایا۔ اور اُس بھتنے نے اُس میں شراب ملا غٹ غٹ کر کے پی اور بہرے کو بھی کمرے سے باہر نکال دیا اور حکم دیا۔ کہ دیکھو کسی کو اندر نہ آنے دو"

کمرے کے اندر صغرا تھی۔ یا بلیک ڈوگ۔ دروازے کھلے تھے۔ اور بہرہ ایک دیوار کی اوٹ میں کھڑا کبھی باتیں سُنتا۔ اور کبھی باہر آن کر دیکھ جاتا کہ کوئی آ نہ جائے اور پھر بلیک ڈوگ مجھ پر آفت برپا کرے۔

بلیک ڈوگ: "دل صغرا۔ تم خوب ہمارے بورڈنگ کو ناپاک کرتا"

صغرا: "چپ۔ خاموش"

بلیک ڈوگ: "او ناپاک کتیا۔ تم منہ نہیں کھولتا۔ ہم تو تمہارا مُنہ جاویگا۔ ہم تو تمکو ابھی تیس لگا ویگا۔ تم نے تو ہمارے بورڈنگ کا کوئی جوان لڑکا خالی نہیں چھوڑا۔ دَل تم بڑا مست ہے بڑا مست۔ ہم تو سب مستی تمہاری نکال دیگا"

صغرا: "چپ" مُنہ سے بات نہیں نکلتی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا تار جاری ہے۔ اور اپنی بے کسی اور بے بسی پر خدا کی خدائی یاد آتی ہے"

بلیک ڈوگ: "او شیطان کی خالہ۔ ہمکو روکر ڈراتا۔ ہم تمہارے رونے سے نہیں ڈرتا۔

ہم تمہارے فریب میں ہرگز نہیں آئیگا۔ ہم تو تمہارے چمڑے اُدھیڑے گا۔ ہم تمکو خوب رُلائیگا۔ ہم مس ہیوٹی نہیں ہے کہ تمہارے فریب میں آئے۔ تم کالا لوگ۔ مکار۔ بے ایمان۔"

صغرا:۔" (آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ اور مُنہ سے آواز نہیں نکلتی۔ اگرچہ کچھ کہنا چاہتی ہے۔")

بلیک ڈوگ:۔" او بدمعاش۔ حرامکار۔ اتنے لڑکوں سے تم نے خرابی کیا۔ اور تمہارا پیٹ نہیں بھرا۔ اپنے یار مرزا کے ساتھ رات کو تم بھاگتا۔ او چھنال حرامزادی۔"

چھ بجے سے آٹھ بجنے تک یہ چار اسی قسم کی باتیں کرتا رہا۔ اور اس غریب معصوم لڑکی کو ایسی گالیاں دیں کہ اگر اُن کو میں یہاں درج کروں تو میری کتاب غلاظت کا ڈھیر بن جائے۔ اور صغرا کا حال میں کیا بیان کروں۔ کہ اس وقت کیا تھا۔ یہ سمجھ لیجئے کہ قیامت اُس پر برپا ہو رہی تھی۔ رات ہو گئی۔ بہرہ اندر گیا۔ تمام لمپ روشن کئے۔ اور باہر آنے لگا۔"

بلیک ڈوگ:۔" ول بہرہ۔ سب دروازے بند کر دو۔ اور دیکھو کوئی اندر نہ آنے پائے۔"

بہرہ:۔" بہت خوب حضور۔"

بلیک ڈوگ:۔" بہرہ۔ باورچی کو کہدو۔ آج ہم کھانا نہیں کھائے گا۔ یہاں نہ آئے اور دیکھو دائی ہے۔ کہ گیا۔"

بہرہ:۔" حضور

بلیک ڈوگ:۔" ول۔ دائی کو باورچی خانہ کے پاس لے جاؤ۔ اور کھانا کھلواؤ۔ اور تم برانڈے میں حاضر رہو۔"

بہرہ بہت ہوشیار آدمی تھا۔ بلیک ڈوگ کی بہت خدمت کرتا تھا۔ اور اُسے بھروسا بھی اُسپر بہت تھا۔ مگر اس وقت تو معاملہ ہی دین اور شرافت کا تھا۔ بہرہ نے سب دروازے بند کر دیئے۔ مگر ایک کھڑکی کا کھٹکا کھلا چھوڑ دیا۔ اور دائی کو جلدی سے باورچی کے پاس چھوڑ جان عالم کے پاس گیا۔ وہ اکیلا کمرے کے اندر پڑا تھا۔ اور چونکہ منع کر دیا گیا تھا کہ کوئی اُس سے بات نہ کرے۔ اس واسطے وہ بالکل تنہا تھا۔ بہرہ نے سب حال اُسے کہہ سُنایا۔ اور کہا کہ بس اب پیالہ لب زیر ہے۔ میں چلتا ہوں۔ اور

تم جلدی سے آؤ"

اب کمرے کے اندر کا حال سُنئے۔ کہ بلیک ڈوگ نے ایک گلاس شراب کا اور اُڑایا۔ اور اپنے کوچ سے اٹھکر ٹہلنے لگا اور کہنے لگا"

بلیک ڈوگ: "صغرا ہم تم سے اتنی دیر سے پوچھ رہا ہے۔ تم کچھ جواب نہیں دیتا۔ تم بڑا گھستا ہے۔ گر یہ سکیں۔ دل اگر تمہارا پیٹ نہیں رجا۔ تو تم ہمارے پاس آتا۔ ہم تمکو رجاتا"

یہ باتیں بک رہا تھا۔ اور کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ ہر چند بُرا بھلا کہتا۔ مگر صغرا کے مُنہ سے ایک لفظ نہ نکلتا۔ اسپر وہ اور بھی خفا ہوتا۔

بلیک ڈوگ: "دل تم نہیں بتاوے۔ ہم پوچھنا چاہتا۔ کہ تم رات کو کیوں بھاگتا تھا۔ کیوں بھاگتا تھا!!! (بڑی سخت آواز سے)" دل ہم خوب جانتا۔ تم بڑی چھنال۔ یہ لک چھپ کر تمہارا دل نہیں بھرتا۔ تم کھلم کھلا یار مانگتا۔ ہیں تو بے شرم کُتیا"

یہ کہکر ایک ایسی لات ماری کہ بیچاری صغرا مُنہ کے بل گر پڑی اور ہاتھ جوڑ کر اور گڑگڑا کر بولی "او ظالم خدا کا خوف کر" یا تو صغرا بولی نہیں اور بولی تو کچھ اور ہی بولی۔ بلیک ڈوگ آگ بگولا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ او شیطان ہم کو ظالم بناتا۔ ہم ظالم ہے۔ تم بہت غریب بڑی بھلی مانس کتیا حرامکار۔ جب تم کو کوئی رجانے والا نہ تھا۔ تو کیوں نہیں ہمارے پاس آیا ہم تمہارا پیٹ بھرتا تم بورڈنگ سے کائے واسطے بھاگا! کیوں بھاگا! لیا ڈوڈوڈن بھاگا!!!

یہ کہکر غصے سے ایک لات اور ماری۔ کہ کتنی دیر تک صغرا کا سانس بند ہو گیا۔ مگر یہ ظالم ویسی ہی بکواس لگائے گیا۔

"خدا بے شک حاضر ہے اور وہی بے کسوں کا یار ہے"

اب دس بجنے کو ہوئے اور بیچاری صغرا کی مشکلات بڑھتی گئیں کمبخت بلیک ڈوگ نے جو اُسے ملامت کرنی شروع کی تو چار گھنٹے ہو گئے۔ چپ ہی نہیں ہوا۔ برابر بُرا بھلا کہے گیا۔ کئی دفعہ غریب کے لاتیں بھی ماریں۔ اور مغلظات کا تو کچھ ٹھیک ہی

نہیں بیچاری صغرا کے آنسو اسقدر نکلے کہ آنکھوں میں پانی باقی نہ رہا۔ گردن نیچے کئے کئے شل ہوگئی۔ کمر میں درد ہونیلگا۔ اور طبیعت زندگی سے بیزار ہوگئی"۔

گوشمالی کی بھی کوئی حد ہے۔ سرزنش کی بھی کوئی انتہا ہے۔ مگر چار گھنٹے ہوگئے ابھی نہ گوشمالی ختم ہوئی۔ اور نہ سرزنش۔ ایک ہی بات کو بار بار دھراتا تھا۔ اور کڑک کڑک کر غریب صغرا پر پڑتا تھا۔ جب اُس بے کس مظلوم لڑکی پر قیامت توڑ چکا تھا اور دیکھا کہ اُس کا دل مثل موم کی میرے غصے کی آگ سے پگھل گیا ہے۔ اور اب جو کچھ کہوں گا اپنی مخلصی کے لئے اُس کی بجا آوری سے انکار نہ کرے گی تو اُس نے آنے جانے کا دروازہ جو اب تک کھلا ہوا تھا بند کر کے لگا دیا۔ اور سب لیمپ بجھا دیئے۔ اور جس کمرے میں صغرا بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کا لمپ بجھایا تو نہیں۔ لیکن اس قدر نیچا کر دیا کہ کمرہ سے باہر اُس کی روشنی بالکل نہیں جاتی تھی۔ کمرے کے دروازوں اور کھڑکیوں کے شیشے سُرخ کپڑے سے بندھے ہوئے تھے۔ اُن کے آگے دبیز کپڑوں کے پردے پڑے ہوئے تھے جن سے کمرہ میں دن دہاڑے اندھیرا گھُپ ہو جاتا تھا۔ اور باہر کی طرف سے اندر کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ اور اب تو رات کا اندھیرا بھی تھا۔ جب وہ مردود اپنی اس کارستانی سے فارغ ہو چکا۔ تو اپنے کوچ پر بیٹھ گیا۔ اور صغرا کا ہاتھ پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا۔ یا الٰہی یا الٰہی۔ توبہ توبہ۔ کیوں نہیں چھت گر پڑتی۔ کیوں نہیں زمین پھٹ جاتی۔ کیوں نہیں کوئی سانپ نکلکر اُس موذی کو ڈنگ مارتا۔ کیوں نہیں بھونچال آتا۔ کیوں نہیں غیرت الٰہی جوش میں آتی۔ اے خدا۔ تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ بیشک تو ظالموں کو دیر میں پکڑتا ہے۔ مگر سخت پکڑتا ہے۔ بلیک ڈوگ کی گرفتاری کا اب کونسا وقت باقی ہے"۔

بلیک ڈوگ تو سمجھ رہا۔ کہ میں نے صغرا کے لوہے کو موم بنا دیا ہے۔ اور جس طرف موڑوں گا مڑ جاوے گی۔ اور جو کہوں گا بسر و چشم بجالاوے گی۔ مگر اُس بدذات کمینے کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ حمیت اسلامی بھی کوئی شے ہے۔ شرافت قومی بھی کوئی چیز ہے عفت مآب بیبیاں عصمت پر جان قربان کر دیتی ہیں۔ قومی ناموس پر زندگی سے ہاتھ دھو لیتی ہیں صغرا نے اُس کے پانو پکڑ لئے اور اپنا سر

اُس کے قدموں پر رکھ کر کہا +

صغرا:۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔ رحم بہت اچھی چیز ہے۔ تمہارے خداوند مسیح کو تو رحم بہت پیارا ہے۔ میں بے گناہ لڑکی ہوں۔ میری عصمت مت برباد کرو۔"

بلیک ڈوگ:۔ (شراب کے نشہ میں بدمست ہو رہا تھا۔ غرا کر بولا) "بس تیری خیر اسی بات میں ہے کہ میرے پاس آ بیٹھ اور میرے حکم کی تابعداری کر۔"

صغرا:۔ "اے ظالم خدا سے ڈر۔ تیری ان باتوں سے عرش عظیم کانپتا ہے۔ میرا ہمبر مت سمجھ۔ خدا کے واسطے حضرت عیسیٰ مسیح کے واسطے مجھے چھوڑ دے۔"

بلیک ڈوگ:۔ "حرامزادی۔ زناکار کتیا۔ ایسی ایسی باتیں کر کے مجھے موم بنانا چاہتی ہے۔ میرے سامنے بے گناہ بنتی ہے۔ اس وقت عرش عظیم کانپتا ہے۔ جس وقت یاروں کے ساتھ بھاگتی تھی اُس وقت عرش عظیم کہاں گیا تھا۔ میں تو تجھ کو خالی نہ چھوڑونگا نہ چھوڑوں گا۔"

صغرا:۔ (پاؤں میں سر رگڑ کر) بیشک میں بے گناہ ہوں۔ ظالم تجھے اگر میری بیگناہی کا یقین نہیں تو مجھے مار ڈال۔ مگر میری ناموس مت برباد کر۔"

بلیک ڈوگ:۔ "میں تیری ان خوشامدوں میں ہرگز نہ آؤں گا۔ کل تیری ناموس کہاں گئی تھی۔ میرے واسطے ناموس ہے۔ نامراد۔ چھنال۔ اب اپنے یاروں کو بلا وہ تجھے چھڑائیں گے۔ میں تو یہاں سے کورا نہ نکلنے دوں گا۔"

صغرا:۔ (ہاتھ جوڑ کر) خدا میرا یار ہے۔ وہ حاضر ہے اور ناظر ہے۔ سب کچھ دیکھتا ہے۔ ظالم۔ خدا کا خوف کر۔ اب مجھکو جانے دے۔"

بلیک ڈوگ:۔ "خدا تیرا یار ہے تو اپنے یار کو بلا۔ جو حاضر ہے تو کیوں نہیں چھڑا دیتا۔ لے بلا اب اپنے خدا کو۔"

یہ کہکر ظالم نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اپنی طرف گھسیٹا اور کوچ پر گرا دبا بیٹھا۔ اُسی وقت ایک کھڑکی کا دروازہ کھلا اور دھم سے کوئی شخص کمرے کے اندر آ کودا۔ اور خوفناک آواز سے بولا: "خبردار ہاتھ نہ لگائیو۔ بے ایمان۔ حرامکار۔ خدا بیشک حاضر ہے اور وہی بیکسوں کا یار ہے۔ لے اب خدا کی مار سہنچ۔ اور اپنے یاروں کو بلا۔"

یہ خوفناک شخص یہ کہنے نہ پایا تھا۔ کہ ایک اور آدمی کا کمرے کے اندر کودنے کا

دھکا ہوا۔ اور اُس نے ہولناک آواز سے کہا "خبردار جانے نہ پائے" شرابیوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ نشہ شراب میں بڑے مرد بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جہاں کوئی زبردست مِلگیا اور دو چپت جمائے سب مردمی غائب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ان سب ہیبت ناک آوازوں کو سُنکر بلیک ڈوگ کا نشہ ہرن ہو گیا۔ اُس کے بدن پر رعشہ پڑ گیا۔ گھگی بندھ گئی۔ خوف کے مارے مُنہ سے آواز نہ نکل سکے۔ اُن غیبی فرشتوں میں سے ایک نے اُس کو گردن سے پکڑ لیا۔ دوسرے نے تھپڑ۔ مُکا۔ لات۔ جُوتہ۔ رُول۔ جو ہاتھ لگا مارنا شروع کیا۔ ایسا مارا ایسا کہ ادھ موا کر دیا۔ تمام بدن پر لاسیں ڈال دیں۔ ناک مُنہ میں خون جاری ہو گیا۔ آگے کے چار دانت ہلا دیئے۔ بلیک ڈوگ اندھا پڑ گیا۔ اور غیبی فرشتہ کتنی دیر تک اُسے کُتّے کی سی مار مارتا رہا۔ بیشک اگر کوئی اَور ہوتا تو کبھی کا مر جاتا۔ مگر وہ نابکار بڑا بے شرم تھا ایسا غیرت والا نہ تھا کہ مر جاتا۔ روتا تھا۔ ہاتھ جوڑتا تھا۔ اور کہتا۔

بلیک ڈوگ: "بس کر بس کر۔ ارے ظالم بس کر۔ میں تیرا بیٹا ہوں۔ میں تیرا غلام ہوں میں تیرا نوکر ہوں۔ میں تیرا چھوڑا ہوں"

فرشتہ غیبی: "کیوں حرامکار۔ اب بھی شریفوں کی عزتیں برباد کرے گا۔ اب دیکھ۔ ہے خدا حاضر کہ نہیں۔ ہے خدا حامی کہ نہیں"

بلیک ڈوگ: "بیشک خدا حاضر ہے۔ بیشک خدا حامی ہے۔ بس خدا کو حاضر سمجھکر مجھ پر زیادہ ظلم نہ کر۔ بس اب مجھ میں دم نہیں رہا۔ دیکھ اب میں مر جاؤں گا۔ بس کر بس کر خدا کے لئے بس کر"

غیبی فرشتہ: "ہے شرط تجھے جان سے ماروں۔ بدمعاش۔ حرامکار۔ بہت تو نے عزتیں برباد کی ہیں۔ ناموسیں خاک میں ملائی ہیں"

بلیک ڈوگ: "خدا کے واسطے اب معاف کر دے۔ جیسا میں نے کیا اُسکی سزا پائی۔ اب ساری عمر مجھ سے ایسا کام نہ ہوگا۔ دہائی ہے خدا کی۔ دہائی ہے پیغمبر کی۔ توبہ توبہ اب ایسا کام نہ کروں گا"

اِن دونوں خدا کے مردوں نے کچھ باتیں کیں۔ اور مارنے والے نے بلیک ڈوگ کو کہا "کیا تو اقرار کرتا ہے۔ کہ آیندہ صغرا سے مزاحم نہ ہوں گا"؟

بلیک ڈوگ: "ہاں میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ صغرا اور جان عالم دونوں سے سرکار

نہ رکھوں گا۔ صغرا میری ماں اور جانعالم میرا باپ۔ جب تک وہ چاہیں یہاں رہیں! اور جب چاہیں چلے جائیں۔ دُہائی ہے خدا کی۔ جو میں اُن سے ذرا بھی مزاحمت کروں۔ جس طرح وہ چاہیں رہیں۔"

وہی مرد خدا: "اچھا جب تک میں حکم دوں۔ یونہی پڑا رہ۔"

اِن دونوں میں سے ایک شخص جو بلیک ڈوگ کو مار رہا تھا صغرا کی طرف سے گیا۔ وہ بیچاری سہمی ایک کونے میں کھڑی تھی۔ کمرے میں روشنی اس قدر نہ تھی کہ صاف صاف شکل نظر آوے۔ دوسری بیچاری چار گھنٹے سے برابر مصیبت میں مبتلا تھی ہوش و حواس سب بیکار ہو رہے تھے۔ کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس شخص کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھکر بے اختیار چیخنے لگی۔ کہ شاید یہ بلا اب مجھ کو مار یگی۔"

وہی مرد خدا: "کیوں پیاری۔ کیوں مت ڈرو۔ میں ہوں جانعالم۔ کہو تم کو اس بدبخت نے کچھ صدمہ تو نہیں پہنچایا۔ یہ آواز سُنتے ہی صغرا نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ اور جان عالم نے اُسے گلے سے لگایا۔"

دوسرا آدمی: "مرزا صاحب پوچھو تو۔ کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔"

جان عالم: "جلدی بتاؤ پیاری تمہاری کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔"

صغرا: "چوٹ کی کچھ پرواہ نہیں شکر ہے خدا نے میری عصمت بچائی۔"

دوسرا آدمی: "الحمدللہ۔"

جان عالم: "ہاں یہ تو مجھے خبر ہے۔ کہ اللہ نے بڑے موقعہ پر مجھکو بھیجا۔ مگر تم بتاؤ اگر تمکو اُس نے مارا ہو تو میں اِس کو ابھی فنا کر دوں۔"

صغرا: "ہائے میں کیا بیان کروں اِس نامراد نے ٹھوکریں مار مار کر میری پسلیاں توڑ دیں مگر خدا کے لئے اُسے اب نہ مارو۔ اور مجھے یہاں سے لیچلو۔"

یہ سُن کر جان عالم کو پھر غصہ آیا۔ اور چاہتا تھا کہ پھر جا کر بلیک ڈوگ کو گرائے کہ صغرا نے پہنچکر پکڑ لیا۔ اور اُس وقت دوسرا آدمی دروازے کھول باہر چلدیا۔"

دائی جو صغرا کے ساتھ آئی تھی۔ کھانا کھا کر برانڈے میں آ بیٹھی تھی۔ اور صغرا کا انتظار کر رہی تھی۔ اگرچہ مس بیوٹی کے حکم کی تعمیل اُس نے نہیں کی تھی۔ اور مس صاحبہ سے اُسے ڈر لگتا تھا۔ مگر بلیک ڈوگ کا رُعب نوکروں کے دلوں میں ایسا

چھایا ہوا تھا۔ کہ وہ بیچاری دم نہ مار سکتی تھی۔"

مس بیوٹی۔ بلیک ڈوگ کی کارستانیوں سے خوب واقف تھی۔ اور اسیواسطے اُس نے صغرا کے ہمراہ اپنی دایہ کر دی تھی۔ مگر جب صغرا کو گئے گئے دس بج چکے۔ دایہ کو اسقدر تاکید کر دی گئی تھی۔ کہ مس صغرا کو جلدی سے لیکر آئیو۔ دایہ بھی وہیں مر گئی۔ تو مس صاحب نے ایک اور عورت بھیجی کہ صاحب کو سلام دو کہ مس صاحبہ مس صغرا کو بلاتی ہیں انہوں نے مس صغرا کے انتظار میں اب تک کھانا نہیں کھایا۔ اگر ابھی مس صغرا کی ضرورت باقی ہے تو دن کو اُسے بھیجا جاوے گا۔"

جان عالم مس صغرا کو گلے سے لگا کر تسلّی دے رہا تھا اور بلیک ڈوگ فرش پر پڑا درد سے کرّا رہا تھا۔ کہ بہرہ اندر گھس آیا اور آواز سے کہا۔

بہرہ: "حضور مس صاحبہ نے مس صغرا کو بلانے کے لئے ایک اور آدمی بھیجا ہے۔ اور کہا ہے کہ جلدی مس صغرا کو لاؤ۔ ہم نے اُس کے انتظار میں اب تک کھانا نہیں کھایا ہے۔"

بلیک ڈوگ درد سے مضطرب ہو رہا تھا۔ اپنے نوکر کی آواز سُنکر سنبھل گیا۔ اور بولا:۔

بلیک ڈوگ: "ول بہرہ مس صغرا کو جلدی لیجاؤ۔ دیکھو تم خود پہنچا کر آؤ۔ اور مس صاحب سے بولو کہ صاحب بہت خوش ہوئے۔ مس صغرا بڑی نیک لڑکی ہیں۔ اور ان کی سب شکایتیں جھوٹ نکلیں۔"

بلیک ڈوگ اوندھا منہ کیئے پڑا رہا۔ مس صغرا اور جان عالم اور بہرہ اندھیرے کمرے سے باہر نکلے۔ جان عالم مس صغرا کو مس بیوٹی کے کمرے تک پہنچانے گیا۔ وہ اُس وقت ایک خون خوار شیر معلوم ہوتا تھا کہ جس کو مشن اور مشن کے اہلکاروں کی ایک ذرا پرواہ نہ تھی۔ مس صغرا دائیوں کے ساتھ مس بیوٹی کے کمرے میں گھسی اور جان عالم نے کہا کہ مس صاحب خدا حافظ۔ میں جاتا ہوں۔ اور جلدی تمکو ملوں گا۔"

بہرہ مس صغرا کو مس بیوٹی کے حوالہ کر اور بلیک ڈوگ کا پیغام پہنچا۔ جان عالم کے پاس گیا۔"

جان عالم: "کہو یار۔ بلیک ڈوگ نے تمکو تو نہیں پہچانا۔"

بہرہ: "میں تو سمجھتا ہوں کہ نہیں پہچانا۔ اور پہچانا تو کیا۔ دین کا معاملہ ہے۔"

جان عالم :- "ڈاکٹر صاحب سے یہ حال بیان کر دینا۔ اور کل پرسوں تک ہم یہاں سے رفو چکر ہو جائینگے"

مبارک ہو خوب خلاصی پائی

جان عالم نے بلیک ڈوگ کو اسقدر مارا تھا۔ کہ اُس کا تمام بدن سوج گیا تھا۔ چہرہ پر مار کے نشان پڑ گئے تھے۔ ہونٹ سوج گئے تھے۔ پپوٹے اور کنپٹیاں نیلی ہو گئی تھیں۔ ماتھے پر گولڑے پڑ گئے تھے۔ سر کئی جگہ سے پھوٹ گیا تھا۔ غرضیکہ بلیک ڈوگ کی ایسی صورت نکل آئی تھی کہ اُسکو مُنہ دکھانے کو جگہ نہ تھی۔ اُس نے اپنے نوکروں کو کہہ دیا تھا کہ کسی کو کمرے کے اندر نہ آنے دیں۔ خواہ پادری صاحب ہی کیوں نہ ہوں۔ اور دن رات اندر بند پڑا رہتا تھا۔ جان عالم نے اُس وقت غصے میں جو کچھ کیا۔ کیا۔ پیچھے جب اُس کا غصہ فرو ہو گیا۔ تو اُسے بہت خوف ہوا۔ کہ بلیک ڈوگ بڑا بے ایمان ہے۔ دیکھئے ہم سے کس طرح بدلا لیتا ہے۔ رات کو ایک بجے کے قریب وہ صغرا کے پاس پہنچا۔ وہ اگرچہ چوٹوں سے نڈھال تھی۔ تاہم اُس کے لئے چشم براہ بیٹھی تھی۔ جان عالم اُسکو تسلی و تشفی دیتا رہا۔ کہ جلدی اس مصیبت سے خدا رہائی دیگا۔ بڑا فکر نہ کرنا چاہیئے۔ صبح کے تین بجے وہ پلنگ پر آن کر سو گیا۔ آٹھ بجے کے قریب بہرہ اُس کے پاس آیا۔ اور بلیک ڈوگ کے حال سے اطلاع دی۔ اور کہا کہ اب وقت ہے بلیک ڈوگ دو چار روز کسی کو مُنہ نہ دکھائیگا۔ تم یہاں سے نکل جاؤ"

جان عالم :- "کیا یہ بات سچ ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو بہت اچھا ہے۔ میں آج ہی تدبیر کروں گا۔ تم ڈاکٹر صاحب کو اطلاع کر دینا"

بہرہ :- "ہاں جس قدر جلد ممکن ہو۔ اچھا ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب سے ذکر کر دوں گا۔ اُن کا گھر تو تم بلا ہی گھر ہے۔ آدھی رات پچھلا پہرہ۔ جس وقت چاہو چلے جاؤ۔ پناہ ملجاوے گی۔ اُنہوں نے اپنے نوکروں سے تو کئی روز سے کہہ رکھا ہے۔ میں اب دوپہر کو جاؤں گا۔ تو رات کا حال بھی سناؤں گا"

بہرہ اسقدر باتیں کر چلدیا۔ اب جان عالم اس فکر میں غرق ہوا کہ کسطرح

یہاں سے خود بھی نکلے اور اپنی جاناں کو بھی نکال کر لیجائے۔ خدا کی قدرت اس روز بھی خوب بارش ہوئی۔ در و دیوار ٹھنڈے ہو گئے۔ شام تک کچھ نہ کچھ چھینٹا پڑتا ہی رہا۔ رات بڑی اندھیری ہو گئی۔ جان عالم نے سوچا کہ آج کی رات ہمارے مطلب کے لئے بہت خوب ہے۔ جو لوگ باہر میدان میں سوتے تھے۔ دالانوں میں پڑے ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں لوگ مدہوش ہو رہے ہیں۔ آدھی رات کے قریب وہ پلنگ پر سے اٹھا۔ اور آہستہ آہستہ صغرا کے کمرے کی طرف گیا۔ وہ بھی اُسی کی انتظار میں پڑی تھی۔ جلدی سے اُٹھ بیٹھی دونوں بڑی محبت سے ملے۔"

جان عالم:۔ "پیاری صغرا۔ آج کا دن ہمارے قفس سے نکلنے کے لئے بہت اچھا ہے۔ اندھیرا ہو رہا ہے۔ ٹھنڈی ہوا سے لوگ غافل پڑے سو رہے ہیں۔ بلیک ڈوگ ایسی مصیبت میں مبتلا ہے۔ کہ اچھی طرح بات نہیں کر سکتا۔ اُسے لوگوں کو شکل دکھاتے شرم آتی ہے۔ آج سے اچھا موقعہ پھر کبھی شاید ہی لگے۔"

صغرا:۔ "پیارے مرزا مجھے تمہارے حکم سے کب انکار ہے۔ یہ جان تو تمہارے ہی واسطے ہے۔ جس طرح کہو میں حاضر ہوں۔"

جان عالم:۔ "بس تو تیار ہو جاؤ۔"

صغرا:۔ "بسم اللہ۔ مگر دیکھنا بھگوان دی شکایت کرتی تھی کہ مجھے چھوڑ گئے تھے۔ اسی واسطے تو خدا نے تمکو پھر بھیجدوایا۔"

جان عالم:۔ "اوفو۔ بیشک پیاری۔ مجھ سے یہ بڑا ہی بے مروتی کا کام ہوا تھا۔ خدا کی قسم۔ مجھے تو تمہارے سوا اور کسی کا خیال نہیں آتا۔ اچھا پھر اب بھگوان دی کو لیچلو۔"

ہوا خوب ٹھنڈی چل رہی تھی۔ بھگوان دی نیند میں غافل پڑی سو رہی تھی صغرا نے اُسے ہر چند جگایا۔ مگر اُسے ذرا ہوش نہ آیا۔ صغرا نے اُس کے کان میں کہا بھگوان دی اُٹھو چلو گھر چلیں۔

بھگوان دی:۔ بڑبڑا کر۔ بھئی ہم سے نہ بولو۔ ہمکو سونے دو۔ آج تو مدت بعد ذرا نیند آئی ہے۔"

صغرا:۔ بس چلو۔ یہاں سے بھاگ چلیں۔"

بھگوان دی:۔ جاؤ جاؤ۔ نہیں جاؤ۔ ہمکو سونے دو۔ ہم سے نہیں بھاگا جاتا

تمہیں کو بھاگنا مبارک ہو۔ ہماری کھال نہیں کھجلائی ہے۔"

جان عالم: "پیاری صغرا۔ اس سے ہاتھ دو۔ ایسا نہ ہو اپنے ساتھ ہم کو بھی لے ڈوبے۔ دیکھو یہ وقت ہے۔ اگر یہ وقت کھویا تو ساری عمر پچھتانا پڑے گا۔"

صغرا: "جی تو نہیں چاہتا کہ اسے چھوڑ دوں۔ مگر امر لاچاری ہے۔ یہ تو بھیگی بھیگی باتیں کرتی ہے۔ ایسا نہ ہو ہم کو بھی پھنسوا دے۔"

جان عالم: "قطعی یہ ہم کو پھنسوا دے گی۔ کیونکہ اس کی طبیعت میں روز بالکل نہیں ہے۔ اور بودے دل سے کچھ بن نہیں سکتا۔"

صغرا: "ہاں یہ تو سچ ہے۔ پھر اسے خدا پر چھوڑ دو۔"

جان عالم: "فی الحال حوالہ خدا کرو۔ اگر موقعہ بنا تو اسے بھی ایک دن نکال لیجاؤں گا۔"

صغرا: "آج بھی اسی راستے چلو گے؟"

جان عالم: "نہیں۔ آج اور راستہ میں نے دیکھا ہے۔ لو آؤ۔ میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ۔"

جان عالم آگے آگے تھا۔ اور صغرا پیچھے پیچھے۔ تھوڑی دور جا کر اس نے ایک بنچ (تپائی) اٹھایا۔ جو میدان میں پڑا تھا۔ اور آہستہ سے اسے احاطہ کی دیوار سے ملا کر رکھ دیا پہلے صغرا کی بغل میں ہاتھ دیکر اسے بنچ پر کھڑا کیا۔ اور پھر آپ بنچ پر چڑھ کر صغرا کو دیوار پر چڑھایا اور جب صغرا دیوار کا گھوڑا بنا کر خوب دلجمعی سے دیوار پر بیٹھ گئی۔ تو جان عالم اچک کر دیوار پر چڑھ بیٹھا۔ اور بسم اللہ کہتا ہوا۔ دھم سے دوسری طرف کود گیا۔"

جان عالم: "(دونوں ہاتھ پھیلا کر) پیاری صغرا کود پڑو۔"

صغرا: "ہے ہے۔ دیوار بہت اونچی ہے۔ میں تو مر جاؤں گی۔"

جان عالم: "نہیں پیاری۔ نہیں۔ مرنے کی نہیں ہو۔ میں کیا مر گیا۔"

صغرا: "ہائے ہائے۔ مجھے تو ڈر لگتا ہے۔ خدا کی قسم میں تو ضرور مر جاؤں گی۔"

جان عالم: "(غصہ سے) لاحول ولا قوۃ۔ نہیں مرتیں۔ میں جو کہتا ہوں۔ مرنے کی نہیں ہو۔ اور جو مر بھی گئیں۔ تو بلا سے۔ عیسائیوں کی قید سے ایسا مرنا ہزار درجہ اچھا ہے۔"

صغرا:" بھلا پیارے۔ تم پر سے تو جان بھی قربان ہے۔ لو ہوشیار ہو۔ میں آئی"

یہ کہکر صغرا دیوار تھام لٹک پڑی۔ جان عالم نے دونوں ہاتھوں سے اُسے سہارا دیا۔ اور جب اُس نے دیوار کو چھوڑا۔ تو صغرا اور جان عالم دونوں زمین پر گر پڑے۔ مگر چوٹ بالکل نہیں لگی۔ گو جان عالم کسی قدر خفیف ہو گیا"

اندھیری رات جس نے احاطہ سے نکلنے میں اُن کی امداد کی تھی اب اُن کے مخالف بنی۔ گانو کا رستہ بالکل معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور دونوں اِدھر اُدھر پٹے ٹوئیاں مارتے پھرتے تھے۔ جب کوئی پتہ کھٹکتا صغرا کا دم نکلتا۔ جہاں کوئی درخت دکھائی دیتا۔ وہ کہتی۔ ہائے کوئی دیو کھڑا ہے۔ سارے دن بارش ہوتی رہی تھی جگہ جگہ گڑھوں میں پانی بھرا ہوا تھا۔ جب کوئی گڑھا رستہ میں آتا جان عالم صغرا کو اپنی گود میں لے لیتا۔ غرض قریباً دو گھنٹے پھٹکتے پھٹکتے اُن کو گانو کا رستہ سوجھا۔ دونوں گانوں کی طرف روانہ ہوئے۔ جان عالم نے صغرا کی بغل میں ہاتھ دئے رکھا تھا۔ اور اُس کو تسلی دیتا لئے جا رہا تھا۔ یہ بیچارے اندھیرے میں کہیں کے کہیں نکل گئے تھے۔ اب ایک گھنٹے میں ٹھوکریں کھاتے۔ تکلیفیں اُٹھاتے۔ دُکھ بھرتے گانو کے دروازے پر پہنچے + ہائے ان کا لڑکپن کیسا تھا۔ کیسے خوش اور بیفکر تھے۔

یہاں ایک عجیب تماشہ ہوا۔ بارش اور خنکی کے سبب لوگ اپنے اپنے گھروں میں سوتے تھے۔ اِس لئے چوکیدار نے گانو کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ اور خود بھی اپنے گھر جا کر لمبے تان سو گیا تھا۔ جان عالم کو اُمید تھی کہ گانو میں جا کر ڈاکٹر صاحب کے گھر پناہ اور آرام مل جاوے گا۔ مگر گانوں کا دروازہ بند دیکھ کر اُس کا خون خشک ہو گیا"

اُس وقت بڑی سنت اور التجا سے جان عالم نے جناب باری میں دعا مانگی کہ اے خداوند تعالےٰ مشکلوں کو حل کرنے والے۔ حاجتمندوں کی حاجتیں پوری کرنے والے مصیبت زدوں کی مصیبتوں کو دُور کرنے والے۔ سختی میں پھنسے ہوؤں کی سختی آسان کرنے والے۔ اِس مصیبت سے مجھے رہائی دے۔ یا میرے اللہ۔ گانو کا دروازہ کھلوا دے یا الٰہی کوئی اپنا موکل بھیجدے"

جو دعا صفائی قلب سے کیجائے وہ کیوں نہ منظور ہو۔ خدا کی قدرت۔ فوراً دروازہ

کھلا۔ اور ایک لم تڑنگا آدمی۔ کندھے پر لٹھ رکھے دروازہ سے باہر نکلا۔
صغرا کا تو دم ہی نکل گیا ہوتا۔ اگر جان عالم اُسے نہ سنبھالتا۔

گنوار: "ارے تو کون ہے۔ اور یہاں کیوں کھڑا ہے"

جان عالم: "ہم ڈاکٹر صاحب کے مہمان ہیں۔ بڑی دیر سے یہاں کھڑے ہیں۔ دروازہ کھولنے والا ہی کوئی نہ تھا"

گنوار: "ہاں میاں جی۔ میں چوکیدار ہوں۔ میں دروازہ بند کر کے اپنے گھر چلا گیا تھا۔ دیکھنا ڈاکٹر صاحب کو نہ کہنا۔ لو آؤ۔ میں تمکو اُن کے پاس لیچلوں"

جان عالم: "ہاں میاں چوکیدار۔ ہم کو ڈاکٹر صاحب کے مکان پر لیچلو۔ اور بھئی خاطر جمع رکھو۔ ہم تمہاری شکایت نہ کرینگے"

جان عالم چوکیدار کے ہمراہ ڈاکٹر صاحب کے مکان پر گیا۔ ڈیوڑھی میں ایک نوکر پڑا سوتا تھا۔ چوکیدار نے اُسے جگایا۔ اُس نے ڈاکٹر صاحب کو اطلاع کی۔ ڈاکٹر صاحب دو منزلے چھت پر سوتے تھے۔ فوراً نیچے اُترے۔ اُن کو پہلے ہی جان عالم کا شک تھا۔ اب جان عالم کو دیکھکر بہت ہی خوش ہوئے گو ان ایک نوجوان لڑکی کو دیکھکر گھبرائے۔ مگر تھے بڑے گھاگ۔ اپنی گھبراہٹ بالکل ظاہر نہ ہونے دی۔ اور جان عالم کا ہاتھ پکڑ چھت اوپر چڑھ گئے۔ اب جان عالم نرا بچہ ہی نہیں رہا تھا۔ اب تو وہ خاصہ معاملہ فہم۔ دُور اندیش۔ پیر تدبیر بن گیا تھا۔ اُس نے ڈاکٹر صاحب کی توجہ جو صغرا کی طرف کم دیکھی تو سمجھ گیا۔ اور کہنے لگا:

جان عالم: "جناب۔ یہ بیوی زن جو میرے ساتھ ہیں۔ یہ میری منسوبہ ہیں۔ ایک میم اِن کو پڑھانے آتی تھی۔ وہ اِن کو دم دیکر لے بھاگی تھی۔ اور یہاں بھیجدیا تھا۔ انہیں کے واسطے میں یہ وضع تبدیل کی اور سب تکلیف برداشت کی۔ انہیں کے واسطے میں کرستان بنا۔ مگر الحمد للہ کہ باطن میں ہم دونوں ہمیشہ مسلمان رہے۔ اور ہزار ہزار شکر ہے رب کریم کا کہ ہم دونوں اب ظاہر و باطن میں بالکل مسلمان ہیں"

ڈاکٹر صاحب: "آہا۔ یہ تمہاری منسوبہ ہیں۔ اور تم نے انہی کے واسطے یہ بھروپ بھرا تھا شاباش۔ آفرین۔ آفرین۔ ع

آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

میرے بچو! مبارک ہو۔ خوب خلاصی پائی۔ اب آرام سے یہاں رہو۔"

جان عالم: "آپکی اس عنایت کے ہم بہت شکر گزار ہیں۔ براہ مہربانی اِن (صغرا) کو اندر مائی صاحب کے پاس چھوڑ دیجئے۔"

ڈاکٹر صاحب: "نہیں۔ یہی نہیں۔ بلکہ تم بھی اندر ہی چلکر رہو۔ بچوں سے ماں باپوں کو پرہیز نہیں ہوتا۔"

ڈاکٹر صاحب اندر گئے اپنی بیوی سے ذکر کیا۔ وہ پہلے ہی سے جان عالم کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ اب یہ سُنکر کہ ایک لڑکی بھی ساتھ ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ اے ہے اُن کو جلدی اندر بلالو۔ ایسا نہ ہو کوئی تلاش میں آجاوے۔ ہائے ہائے اِن بچوں پر کیسی مصیبت پڑی ہے۔"

ایک ہزار روپیہ کی ضمانت

اندھیری رات ہے۔ ہوا سائیں سائیں چل رہی ہے۔ آسمان پر بادلوں کی دوڑ ہو رہی ہے ایک آتا ہے ایک جاتا ہے۔ اِن میں کبھی کبھی بجلی چمک جاتی ہے جھنگر درختوں پر بول رہے ہیں۔ گڑھوں میں بندر بک بڑا رہے ہیں جن لوگوں کو گرمی کے مارے نیند بھرنی نصیب نہیں ہوتی تھی آج پڑے خراٹے لے رہے ہیں۔ مگر قصبہ شنبو میں ایک امیرانہ مکان میں ایک جوان لڑکا اور ایک خوبصورت لڑکی خدا کی یاد میں مشغول ہیں۔ یہ کون ہیں۔ یہ ہمارے قصے کی جان جان عالم اور مس صغرا ہیں۔ خدا نے اُن کو پادریوں کے پھندے سے نجات دیا ہے۔ شکرانے کے نفل پڑھ رہے ہیں۔ اچھا بچو نفل پڑھ کر سو جاؤ۔ تمکو اندھیری رات میں کیچڑ پانی کے اندر بہت تکلیف پہنچی ہے۔ اب ہم تم سے بے فکر ہیں۔ اور تمہارے والدین کی خبر لیتے ہیں۔

ناظرین! تم کو معلوم ہے کہ مرزا سلطان عالم اور اُن کی ہونیوالی بیوی سمدھی نے حافظ عزیز الدین صاحب کی معرفت مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا تھا۔ اور صاحب ڈپٹی کمشنر نے اس مقدمہ کو مسٹر گڈ مائینڈ کی عدالت میں فیصلہ کے واسطے بھیجدیا تھا۔ اور مسٹر گڈ مائینڈ نے پیر کی تاریخ مستغیث کے اظہار سُننے کے واسطے لگائی تھی۔ اور اپنی میم صاحبہ

کے مشورہ سے ایک دلبکار تحقیقات کے واسطے پولیس میں بھیجدی تھی۔ پیر کا دن آیا۔ مرزا صاحب اور تحصیلدار مع چند گواہوں کے دس بجے سے عدالت میں جا پہنچے۔ قریب بارہ بجے آواز دی گئی۔ مرزا سلطان عالم اپنے وکیل کے ہمراہ کمرہ عدالت میں داخل ہوئے۔ مگر تحصیلدار صاحب کمرہ کے باہر ہی رہے۔ اور چند گواہ جو مرزا صاحب اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے ہمراہ لے گئے تھے۔ اُن کی خاطر تواضع کرتے رہے۔ سررشتہ دار نے عرضی دعوائے پڑھکر سُنایا۔ اور مسٹر گڈ مائینڈ نے مرزا سلطان عالم سے پوچھا۔

مسٹر گڈ مائینڈ مجسٹریٹ: "تمہارا کیا نام ہے"

مرزا: "مرزا سلطان عالم"

مجسٹریٹ: "تم کیا کام کیا کرتے ہو"؟

مرزا: "سرکار انگریزی کی فوج میں رسالدار میجر تھا۔ اب سرکار سے ایک بیش قرار پنشن پاتا ہوں۔ اور بہت بڑے رقبہ زمین کا مالک ہوں۔ جو سرکار نے مجھ کو میری خدمات کے عوض میں دی ہے"

مجسٹریٹ: "جان عالم تمہارا بیٹا ہے؟"

مرزا: "حضور۔ ہاں۔ میرا اکلوتا بیٹا ہے"

مجسٹریٹ: "تم کس طرح کہتے ہو کہ پادری صاحب نے اُسے قید کر رکھا ہے"

مرزا: "حضور۔ میرے پاس اس کے ثبوت میں کئی شہادتیں موجود ہیں"

مجسٹریٹ: "تمہارے لڑکے کی کیا عمر ہے؟"

مرزا: "کوئی تیرہ۔ بارہ سال کی"؟

مجسٹریٹ: "ہاں۔ تو تم کہتے ہو۔ کہ پادری کیمفر۔ مس کیری اور مسٹر سولومن نے تمہارے لڑکے کو بہکایا اور قید کر رکھا ہے"

مرزا: "حضور۔ ہاں"

مجسٹریٹ: "گواہ پیش کئے جاویں"

اسپر مرزا صاحب نے دو گواہ پیش کئے جنہوں نے اناپ شناپ کچھ گواہی دی۔ اسکے بعد حافظ صاحب وکیل نے ایسی زبردست تقریر کی کہ مسٹر گڈ مائینڈ باوجود بچہ اردو کم سمجھتے تھے۔ مگر آبدیدہ ہو گئے۔ اور کچہری کے منشی متصدیوں کا یہ حال تھا کہ چپکے چپکے

آٹھ آٹھ آنسو رو رہے تھے۔ خود مرزا سلطان عالم کی یہ حالت تھی۔ کہ اگر داب عدالت کا خیال ہوتا۔ تو کمرہ کی دیواروں سے ٹکر اکر مر جاتے"

گواہ جو پیش کئے گئے تھے بہت ہی نکمے تھے۔ مگر حافظ صاحب کی تقریر نے مجسٹریٹ کے دل پر کچھ ایسا اثر کیا کہ اُس نے جھٹ تینوں ملزموں کے نام سمن جاری کرنے کا حکم دیا۔ اور اگلے پیر کی تاریخ پیشی مقرر کی۔ اور سررشتہ دار کو حکم دیا کہ ایک ریکارڈ کوتوال کو لکھو۔ کہ اپنی تحقیقات اتوار سے پہلے عدالت میں بھیجدو۔ خیر جج کی کارروائی سے بیچارے دردمندوں کے دلوں کو کچھ تسلی ہوئی۔ اور وہ مسٹر گڈ مائنڈ کو دعا دیتے اپنے گھر چلے آئے"

اُن دنوں دہلی میں بھائی جھنڈا سنگھ صاحب کوتوال تھے۔ جو لکھنے پڑھنے سے بالکل بے بہرہ تھے۔ جب اُس کے پاس مسٹر گڈ مائنڈ کا ریکارڈ گیا۔ تو اُنہوں نے منشی سے پڑھوایا۔ اور یہ سنکر بڑے گھبرائے کہ انگریز پادریوں کی تحقیقات کرتی ہے۔ اور بولے:۔

کوتوال:۔ "منشی صاحب۔ پہلے بھی تو ایک حکم آیا تھا"

منشی:۔ "ہاں حضور آیا تھا۔ مگر حضور نے پادری صاحب کے خوف سے کچھ تحقیقات نہیں کی۔ ایسا نہو کپتان صاحب سے آپ کی چغلی کھادیں"

کوتوال:۔ "ہاں منشی جی یہ تو سچ ہے۔ اب کیا کریں۔ عدالت کی طرف سے سخت تاکید ہے"

منشی حضور پھر تحقیقات کیا۔ پادری صاحب کو سلام کر آیئے۔ اور اُن سے کچھ تذکرہ کرکے ایسی رپورٹ لکھدیں جس سے پادری صاحب خفا نہ ہوں"

کوتوال:۔ "ہاں منشی جی یہ تو سچ ہے۔ مستغیث کون شخص ہے"

منشی:۔ "حضور۔ کوئی مرزا سلطان عالم۔ ساکن کوچہ پنڈت ہے"

کوتوال:۔ "کوئی امیر آدمی ہے"؟

منشی:۔ "حضور میں تو واقف نہیں۔ حسین بخش کنسٹبل اُس علاقہ میں بہت روز رہکر آیا۔ اُسکو معلوم ہوگا"

کوتوال:۔ "حسین بخش کو بلاؤ"

فوراً حسین بخش حاضر ہوا"

منشی:۔ "حسین بخش۔ کوتوال صاحب دریافت فرماتے ہیں۔ کہ پنڈت کے کوچہ میں جو

مرزا سلطان عالم رہتے ہیں۔ تم اُن کو جانتے ہو؟"

حسین بخش:۔ "حضور۔ ہاں جانتا ہوں"

کوتوال:۔ "کیسے آدمی"

حسین بخش:۔ "حضور۔ بڑے آدمی ہیں۔ کہیں رسالدار تھے۔ آدمی تو بہت اچھے ہیں۔ مگر اکڑو بہت ہیں"

کوتوال:۔ "بڑے روپیہ والے ہیں"

حسین بخش:۔ "ہاں حضور اچھے خاصے امیر ہیں"

کوتوال:۔ "اچھا حسین بخش جاؤ اُن کو بلا لاؤ۔ کہنا کوتوال صاحب بلاتے ہیں"

منگل کے روز قریب حسین بخش کنسٹبل مرزا صاحب کے مکان پر پہنچا۔ اور گلاب ڈیوڑھی کے ملازم نے مرزا صاحب کو اطلاع کی۔ مرزا صاحب باہر نکلے تو سپاہی کو دیکھ کر حیران ہوئے +

سپاہی:۔ "سلطان عالم تمہارا نام ہے"؟

مرزا:۔ "ہاں تجھے کیا کام ہے"

سپاہی:۔ "کوتوال صاحب نے تمکو کہا ہے کہ جلدی کوتوالی میں حاضر ہو"

مرزا:۔ "(خفا ہو کر) میں کوتوال کے باپ کا غلام ہوں۔ یا خونی مجرم ہوں۔ جو میں کوتوالی میں حاضر ہوں"

سپاہی:۔ "اجی تڑپتے کیوں ہو۔ کوتوال ہے۔ کوئی خالہ جی کا گھر نہیں۔ کوتوال صاحب کا حکم ہے"

مرزا صاحب اُجڈ سپاہی تھے۔ اُن کو کہاں برداشت تھی کہ ایک ادنیٰ سپاہی اُن کے سامنے گستاخی سے بولے۔ قریب تھے کہ حسین بخش کو مار کر ایک اور مقدمہ کھڑا کرائیں۔ کہ اتنے میں تحصیلدار صاحب آن پہنچے۔ اور سپاہی کو دیکھکر سمجھ گئے۔ کہ پولیس والے مرزا صاحب سے کچھ ٹھگنا چاہتے ہیں +

مرزا:۔ "حرامزادے شیطان۔ جا جلد جا۔ نہیں تو مار مار کر بھرکس نکال دوں گا"

حسین بخش:۔ "ہوش کی دوا کرو۔ کوتوال صاحب کو بھی دیکھا ہے۔ مرزا قریب تھے کہ اور کچھ لام قاف بولیں تحصیلدار صاحب جھٹ بول پڑے:۔

تحصیلدار: "میاں سپاہی تم کیا کہتے ہو۔ مجھ سے کہو"

حسین بخش: "اجی کیا کہتا ہوں۔ تمہارے سامنے میں تو تم تم کرکے بول رہا ہوں۔ اور یہ گالیاں دیئے دیتے ہیں۔ کہتا یہ ہوں کہ کوتوال صاحب نے آپ کو کوتوالی بلایا ہے"

تحصیلدار: "اچھا بھئی سپاہی۔ تم ذرا ٹھہرو۔ ہم بندوبست کرتے ہیں"

مرزا: "تحصیلدار صاحب۔ یہ بڑا گستاخ آدمی ہے"

تحصیلدار: "ہاں مرزا صاحب۔ ان لوگوں کا ہمیشہ بدمعاشوں سے کام رہتا ہے اس واسطے یہ بدمزاج اور بدخو ہو جاتے ہیں"

تحصیلدار کا نام سنکر حسین بخش کے ہوش قائم ہوئے اور وہ بولا۔

حسین بخش: "حضور۔ میں نے تو کوئی گستاخی نہیں کی"

تحصیلدار: "اچھا میاں سپاہی جس بات کے واسطے کوتوال صاحب نے بلایا ہے ہم کو معلوم ہے مرزا صاحب کے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنا نوکر تمہارے ساتھ کرتے ہیں۔ جو کچھ کوتوال پوچھیں گے۔ یہ سب کچھ بتا دے گا"

غرض تحصیلدار صاحب نے سپاہی کے ساتھ گلاب کو کر دیا۔ اور چپکے سے اُسے سمجھا دیا کہ جان عالم کی بابت تجھ سے دریافت کرینگے سب کچھ بتا دیجئو۔ اور جو کچھ رشوت مانگے۔ تو مرزا صاحب سے نہ کہیو۔ مجھ سے کہیو۔ میں بندوبست کر دوں گا۔ پولیس کے کتے بغیر کچھ لئے کام نہیں کرینگے۔ حسین بخش سپاہی گلاب کو ہمراہ لیکر کوتوالی پہنچا۔ اور سب ماجرا کوتوال کو جا سنایا۔ انہوں نے مرزا صاحب کو خوب صلواتیں سنا کر اپنے ماتحتوں کے سامنے اپنی شیخیاں بگھاریں۔ اور گلاب کو علیحدہ بلا کر کہا۔ سنو جی سلطان عالم نے پادری صاحب پر الزام لگایا ہے۔ وہ خود مجرم ہو گیا ہے۔ ہماری رپورٹ کی دیر ہے۔ وہ فوراً قید ہو جاوے گا۔ ابھی ہمارے ہاتھ میں بات ہے۔ کچھ ہماری مٹھائی کا بندوبست کرو۔ ورنہ تم جانو"

گلاب: "حضور۔ جو حکم ہو۔ میں مرزا صاحب سے کہدوں"

کوتوال: "ہاں جاؤ۔ ان سے کہو کہ مقدمہ سنگین ہے۔ ایک انگریز پر الزام لگایا ہے ہزار نہیں۔ تو پانسو کا بندوبست کریں"

گلاب کوتوالی سے سیدھا تحصیلدار کے گھر گیا۔ وہ مرزا صاحب کو ٹھنڈا کرکے

اپنے گھر چلے گئے تھے۔ گلاب نے سب کیفیت سُنائی۔ تحصیلدار نے گلاب کو پچاس روپے دیئے کہ کوتوال صاحب کو دینا۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہنا۔ کہ اچھی رپورٹ کریں۔ جب لڑکا ہم کو مِل جاوے گا تو ہم اچھی طرح مٹھائی کھلائیں گے۔ یہ تو صرف پان کے واسطے ہیں +

کوتوال صاحب گلاب کا انتظار کر رہے تھے۔ اُسکو آتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوئے گلاب نے نذرانہ پیش کیا۔ اور عرض معروض بھی کر دی +

کوتوال: "اچھا تم جاؤ۔ مرزا صاحب سے ہمارا سلام کہنا۔ ہم اُن کو جہاں تک ہو سکے گا بچالیں گے۔ مگر اُن سے کہدینا ہمکو بھول نہ جائیں"

دوسرے دن کوتوال صاحب مع ایک سپاہی کے پادری صاحب کے بنگلے پہنچے۔ پادری صاحب کسی کام میں مشغول تھے۔ اس واسطے کوتوال صاحب قریبًا ایک گھنٹہ برانڈے میں کھڑے رہے +

پادری صاحب کام سے فارغ ہو کر کمرہ سے باہر نکلے اور برانڈہ میں کوتوال کو کھڑا دیکھ کر پوچھنے لگے +

پادری: "وَل دار وغہ۔ آپ کیسے آیا"

کوتوال: "غریب نواز حضور سے کچھ دریافت کرنا ہے"

پادری: "اچھا اندر آؤ"

پادری صاحب۔ کوتوال کو اندر لیگئے۔ ایک مزین کمرہ میں کُرسی پر بیٹھایا۔ اور یوں گویا ہوئے:۔

پادری صاحب: "وَل پوچھو کچھ مذہب کی بابت پوچھنا ہے۔ دیکھو ہمارا مذہب بہت اچھا ہے۔ خداوند پر ایمان لانے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں"

کوتوال: "غریب پرور مجھے مذہب کی بابت دریافت کرنا نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے اوپر ایک عرضی عدالت میں گزری ہے۔ کہ آپ نے ایک مسلمان کم عمر بچے کو بہکا کر عیسائی بنا لیا ہے۔ اور اپنے گھر بند رکھا ہے"

پادری: "او کوتوال۔ بالکل غلط۔ ہم نے کسی بچے کو نہیں بہکایا۔ اور نہ ہماری کوٹھی میں کوئی بچہ بند ہے"

کوتوال :۔ "ہاں حضور۔ یہ تو میں پہلے ہی جانتا تھا حضور۔ ہماری ملکہ کے گرو ہوئے کہیں ایسا کام کر سکتے ہیں۔ یہ سب حضور پر تہمت ہے۔ کوتوال صاحب پادری صاحب کو سلامیں کرتے ہوئے کوٹھی میں سے روانہ ہوئے۔ اور مسٹر سولومن کے مکان پر پہنچے۔ یہاں ایک مسلمان خدمتگار پھر رہا تھا۔ اُس سے اُنہوں نے پوچھا کہ کیا کوئی لڑکا جان عالم اِن مکان میں چھپا ہے۔ اُس نے کہا ہاں چند روز ہوئے ایک جوان لڑکا اپنی مرضی سے یہاں آکر کرسٹان ہو گیا۔ اور چند روز سولومن صاحب کے بال بچوں کے ساتھ رہا تھا۔ اب خبر نہیں کہاں گیا۔ بس کوتوال کی تحقیقات ختم ہو چکی۔ اور اُنہوں نے کوتوالی پہنچکر اپنے منشی سے یوں رپورٹ لکھوائی :۔

"حضور عالی

فدوی حسب الحکم حضور تحقیقات کے واسطے پادری صاحب کے بنگلہ پر گیا اور خوب اچھی طرح سے تحقیقات کی۔ معلوم ہوا۔ کہ پادری صاحب اور مس صاحبہ کا اس معاملہ میں کچھ واسطہ نہیں ہے۔ ہاں ایک لڑکا مسمی جان عالم اپنی مرضی سے عیسائی ہونیکو آیا تھا۔ اور چند روز سولومن کے بال بچوں میں رہا۔ اور پھر کہیں چلا گیا۔ کمترین بھائی جھنڈا سنگھ۔

پیر کا دن آن پہنچا۔ مرزا صاحب اور پادری صاحب معہ اپنے وکیلوں کے عدالت میں حاضر ہو گئے۔ قریب ۱۱ بجے مقدمہ پیش ہوا۔ پولیس کی رپورٹ پڑھی گئی۔ اوّل پادری کیمفر پیش ہوئے +

مجسٹریٹ :۔ "پادری صاحب تم نے جان عالم کو بہکایا اور اپنی کوٹھی میں بند رکھا"

پادری صاحب :۔ "نہیں۔ نہ ہمنے جان عالم کو بہکایا۔ نہ بند رکھا۔ عرصہ ہوا ایک بالغ نوجوان لڑکا ہمارے پاس آیا۔ ہم نے اُس کو عیسائی کیا۔ اغلباً اُسکا نام جانعالم تھا۔ پھر وہ کہیں چلا گیا۔ ہم کو اُسکا حال معلوم نہیں۔ عیسائی کرنا ہمارا کام ہے"

بعد ازاں مس کیری پیش ہوئیں۔ اُنہوں نے صاف انکار کیا۔ کہ ہمارا کام زنانہ مشن ہے۔ اِن کے بعد مسٹر سولومن پیش ہوئے۔ پولیس کی رپورٹ اِن کے سامنے پڑھی گئی تھی۔ دوسرے یہ بیچارے دیسی تھے۔ عدالت میں جاکر گھبرا گئے۔ تڑاخ تڑاخ جواب نہ دے سکے۔ کانپ کانپ کر جواب دیتے تھے۔ اُن کا جواب یہ تھا کہ جان عالم چند روز ہوئے۔ کرسچن کمپونڈ میں اپنی خوشی سے آیا۔ اور اپنی درخواست سے عیسائی ہوا

اور بیشک چند روز میرے گھر رہا۔ اور پھر کہیں چلا گیا +

مجسٹریٹ: "نہیں چلا نہیں گیا۔ تم نے چھپایا"

سولومن: "ہمارا مکان حضور دیکھ سکتے ہیں"

مجسٹریٹ: "نہیں۔ تم نے بھگا دیا"

سولومن: "حضور وہ ایک بالغ اور نوجوان لڑکا ہے۔ ہم اُسے کیا بھگاتے اور کیونکر بھگاتے"

مجسٹریٹ: "نہیں بالغ نہیں۔ ۱۲ یا ۱۳ برس کا بچہ بالغ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو سولومن۔ میں تمکو حکم دیتا ہوں۔ کہ بہت جلدی اُس بچہ کو حاضر کرو۔ ورنہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا۔ اور دیکھو تمہارے ساتھ بہت نرمی کرتا ہوں۔ ایک ہفتہ کی تم کو مہلت دیتا ہوں"

بعد ازاں مجسٹریٹ اور وکیلوں میں گفتگو ہونے لگی۔ پادری صاحب کا وکیل زور دیتا تھا کہ مقدمہ بالکل بناوٹی ہے۔ لڑکا بالغ ہے۔ اپنی مرضی سے عیسائی ہو گیا۔ پس مقدمہ اس قابل نہیں کہ آگے چلایا جاوے۔

حافظ صاحب کہتے تھے کہ نہیں ملزموں پر فرد قرارداد لگایا جاوے۔ مقدمہ بالکل درست ہے۔ بچہ نابالغ کو بھگایا ہے۔ اور حبس میں رکھا ہے۔ گرچہ مقدمہ میں کچھ گنجایش نہ تھی۔ مگر پاک باطن گڈ مائینڈ نے پادری صاحب اور مس صاحبہ کو مقدمہ سے بری کر کے مسٹر سولومن پر فرد قرارداد جرم لگا دیا۔ اور حکم دیا۔ کہ مسٹر سولومن کی ایک ہزار نقد کی ضمانت داخل کیجاوے۔ یا حوالہ حوالات کیا جاوے۔

یہ سنتے ہی پادری صاحب نے ایک ہزار کے نوٹ میز پر رکھدیئے۔ اور مسٹر سولومن کو حوالات سے بچا لیا +

یہ ناول جو بالکل سچ ہے۔ اور ساتھ ہی دلچسپ۔ دلخراش۔ دلگداز
دل آزار۔ دل شکن وغیرہ وغیرہ ہے۔ ان مسلمان نوجوانوں کے لئے بہت
ہی مناسب ہے۔ جو انگریزی حکومت اور طرز معاشرت۔ آزادی۔ خوشدلی
فراخدستی کے شائق ہیں + خصوصاً جنکے دل میں عیسائیت کا شوق ہے۔ انکے لئے
یہ زخم کو نمک۔ دل کو قلق ہے۔ تین خداؤں کو پرستش کرنے والوں
کی پاک باطنی۔ پاک دلی۔ غرض سب کچھ ہے۔ بھلا کیوں نہ ہو۔ جب انکے
عقیدے میں حضرت مسیح اُن ہی کے لئے پیدا ہو گئے تھے۔ اور اُن ہی
گناہوں کے لئے انہوں نے اپنی پیاری جان صلیب پر دی۔ اُن کو اب دنیا میں اُس
وقت سے گناہ کا ارتکاب کرنا کچھ گناہ نہیں ہے۔ بلکہ ثواب ہے۔

زیادہ حالات دیکھنے ہوں تو ناظرین۔ کتاب "تلوار فلورنڈہ" مصنفہ عبدالحلیم
اور ردِ عیسائیت جو قادیانی صاحبوں نے لکھی ہے ضرور پڑھو۔ مسیح اور مسیحیت
حرب صلیبیہ وغیرہ وغیرہ

مبلغ